حیات ابو طالب

مرتبہ

خالد

دہلوی پرنٹنگ پریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ کفر وایمان جناب ابو طالب

باستثنائے علمائے شیعہ اہل سنت کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ چنانچہ کفر کے متعلق جس قدر روایتیں مشہور ہیں پہلے ہم اون کو علی الترتیب بیان کرتے ہیں۔
قرآن مجید سے مشہور استدلال ہے کہا جاتا ہے کہ (آیہ شریفہ) مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ قرآن مجید کی یہ آیت ابو طالب کے بارہ میں نازل ہوئی ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ففی الصحیحین من طریق الزهری عن سعید بن المسیب عن ابیه ان ابا طالب لما حضرته الوفاة دخل علیه النبی صلی الله علیه وسلم وعنده ابو جهل وعبد الله بن ابی امیة فقال یا عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لک بها عند الله فقال

حضرت سعید ابن المسیبؒ اپنے باپ مسیب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ابو طالب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہونچے وہاں ابوجہل وعبد اللہ بن ابی امیہ تھے۔ حضور نے فرمایا چچا لا الہ الا اللہ کہو تاکہ اس کلمہ کی وجہ سے میں خدا سے کچھ عرض کرسکوں تو ابوجہل

له ابو جهل وعبد الله ابن ابي امية
يا اباطالب اترغب عن ملة عبد المطلب
فلم يزالا به حتى قال آخر ما قال هو على
ملة عبد المطلب فقال النبي صلى الله
عليه وسلم لاستغفرن لك ما لم انه
عنك فنزلت ما كان للنبي الخ

عبد اللہ بن ابی امیہ بولے ابوطالب کیا ملت عبد المطلب
سے انحراف کرتے ہو۔ ان کے اصرار پر ابوطالب نے
کہا کہ میں ملت عبد المطلب پر ہوں اس پر
حضور نے فرمایا میں جب تک ممانعت نہ ہو آپ کے
لیے استغفار کروں گا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی
اور یہ آیت انک لا تہدی من احببت۔

[illegible]

اور یہی روایت جامع البیان میں امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر ہوئی
ہے اس کے علاوہ اور بھی روایتیں تفسیر طبری میں موجود ہیں چنانچہ ہم مفسر موصوف کی
وہ روایتیں مع ان کے بعض الفاظ کے جز ۱۱ صفحہ ۳۰ طبری

واختلف اهل تاويل في السبب الذي
نزلت هذه الآية فيه فقال بعضهم
نزلت في شأن ابي طالب عم النبي صلى الله
عليه وسلم لان النبي صلى الله عليه وسلم
اراد ان يستغفر له بعد موته فنهاه
الله عن ذلك ذكر من قال ذلك حدثنا
محمد بن الاعلى قال حدثنا محمد بن ثور
عن معمر قال لما حضرت اباطالب الوفاة

اہل تاویل کا اس آیت کی شان نزول میں
اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی شان
میں نازل ہوئی ہے اس لیے کہ ان کی وفات
کے بعد حضور نے ارادہ فرمایا کہ استغفار
فرمائیں جس سے خدا نے منع فرمایا۔
پہلی روایت طبری رحمہ اللہ سے دوسری
روایت حضرت سعید ابن المسیب کی ہے جو اپنے والد

دوسری روایت حدثنا احمد بن عبد الرحمن بن وهب قال حدثنا عمی عبد اللہ بن وہب قال حدثنی یونس عن الزہری قال اخبرنی سعید بن المسیب عن ابیہ الخ

تیسری روایت حدثنی المثنی قال حدثنا ابو حذیفہ قال حدثنا شبل عن عمرو بن دینار ان النبی صلعم قال استغفر ابراہیم لابیہ وہو مشرک فلا ازال استغفر لابی طالب حتی ینھانی عنہ ربی فقال اصحابہ لنستغفرن لابائنا کما استغفر النبی صلعم لعمہ فانزل اللہ ما کان للنبی الی آخرہ

چوتھی روایت حدثنا ابن وکیع قال حدثنا یزید بن ھارون عن سفیان بن عیینۃ عن الزہری عن سعید بن المسیب الی آخرہ

مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ تیسری روایت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ کی ہے چوتھی روایت پھر سعید ابن المسیب رض کی ہے۔

وقال آخرون بل نزلت فی ام رسول اللہ صلعم وذلک انہ اراد ان یستغفر لھا فمنع من ذلک ذکر من قال ذلک حدثنا احمد بن اسحق قال حدثنا ابو احمد قال حدثنا فضیل عن علقمہ قال لما قدم رسول اللہ صلعم بمکۃ وقف علیٰ

امام ابو جعفر طبری رح فرماتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ آیت حضور انور صلعم کی والدہ کی شان میں نازل ہوئی ہے حضور کا قصد مبارک تھا کہ ان کے لئے استغفار فرمائیں جس سے منع فرمایا گیا چنانچہ پہلی روایت علقمہ کی اور دوسری بریدہ رضی اللہ عنہ کی تیسری روایت حضرت عبد اللہ ابن عباس

له ابوجهل وعبد الله ابن ابي امية
يا ابا طالب اترغب عن ملة عبد المطلب
فلم يزالا به حتى قال آخر ما قال هو على
ملة عبد المطلب فقال النبي صلى الله
عليه وسلم لاستغفرن لك مالم انه
عنك فنزلت ما كان للنبي (الخ)

عبداللہ بن ابی امیہ نے ابوطالب کہا ملت عبدالمطلب
سے انحراف کرتے ہو۔ ان کے اصرار پر ابوطالب نے
کہا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں اس پر
حضور نے فرمایا میں جب تک ممانعت نہ ہو آپ کے
لئے استغفار کروں گا جس پر یہ آیت نازل ہوئی
اور یہ آیت انک لا تہدی من احببت۔

اور یہی روایت جامع البیان میں امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر ہوئی ہے اس کے علاوہ اور بھی روایتیں تفسیر طبری میں موجود ہیں چنانچہ ہم مفسر موصوف کی وہ روایتیں مع ان کے بعض الفاظ کے جز ۱۱ صفحہ ۳۰ طبری :

واختلف اهل تاويل في السبب الذي
نزلت هذه الآية فيه فقال بعضهم
نزلت في شان ابي طالب عم النبي صلى الله
عليه وسلم لان النبي صلى الله عليه وسلم
اراد ان يستغفر له بعد موته فنهاه
الله عن ذالك ذكر من قال ذالك حدثنا
محمد بن الاعلى قال حدثنا محمد بن ثور
عن معمر قال لما حضرت ابا طالب الوفاة

اہل تاویل کا اس آیت کی شان نزول میں
اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی شان
میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ان کی وفات
کے بعد حضور کو ارادہ ہوا کہ استغفار
فرمائیں جس سے خدا نے منع فرمایا۔
پہلی روایت طبری رحمہ اللہ سے دوسری
روایت حضرت سعید ابن المسیب کی ہے جو اپنے والد

دوسری روایت حدثنا احمد بن عبد الرحمن بن
وهب قال حدثنا عمی عبد الله بن وهب
قال حدثنی یونس عن الزهری قال اخبرنی
سعید بن المسیب عن ابیه الخ

تیسری روایت حدثنی المثنی قال حدثنا
ابو حذیفه قال حدثنا شبل عن عمرو بن دینار
ان النبی صلعم قال استغفر ابراهیم لابیه
وهو مشرك فلا ازال استغفر لابی طالب
حتی ینهانی عنه ربی فقال اصحابه لنستغفرن
لآبائنا كما استغفر النبی صلعم لعمه فانزل الله
ما كان للنبی الی آخره

چوتھی روایت حدثنا ابن وکیع قال حدثنا یزید
بن هارون عن سفیان بن عیینة عن الزهری
عن سعید بن المسیب الی آخره

وقال آخرون بل نزلت فی ام رسول الله صلعم
وذلك انه اراد ان یستغفر لها فمنع من ذلك
ذكر من قال ذلك حدثنا احمد بن اسحق قال
حدثنا ابو احمد قال حدثنا فضیل عن علقمة
قال لما قدم رسول الله صلعم مكة وقف علی

مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔
تیسری روایت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ
کی ہے چوتھی روایت پھر سعید ابن المسیب رض
کی ہے۔

امام ابو جعفر طبری فرماتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ آیت حضور
انور صلعم کی والدہ کی شان میں نازل ہوئی ہے حضور
کا قصد مبارک تھا کہ ان کے لئے استغفار فرمائیں جس سے
منع فرمایا گیا چنانچہ پہلی روایت علقمہ کی اور دوسری
بریدہ رضی اللہ عنہ کی تیسری روایت حضرت عبد اللہ ابن عباس

قبر امہ حتی سخنت علیہ الشمس جاء
ان یؤذن لہ فیستغفر لہا حتی نزلت ما کان للنبی
دوسری روایت حدثنا ابو احمد قال حدثنا
قیس عن علقمہ بن مرثد عن سلیمان
بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی صلعم اتی
رسما قال و اکثر ظنی انہ قال قبر فجلس
الیہ فجعل یخاطب ثم قال مستعبراً
فقلت یا رسول اللہ انا رأینا ما
صنعت قال انی استاذنت ربی فی
زیارۃ قبر امی فاذن لی فاستاذنتہ
فی الاستغفار لہا فلم یاذن لی وما
روئی باکیا اکثر من یومئذ ۔
تیسری روایت حدثنی محمد بن سعد قال
حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابیہ
عن ابن عباس قولہ ما کان للنبی
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اراد ان یستغفر لامہ فنہاہ اللہ عن
ذلک ۔
پھر فرماتے ہیں

رضی اللہ عنہا کی ہے جن کا مفاد یہ ہے کہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کے لیے استغفار
فرمانا چاہا جس سے منع کر دیا گیا۔

وقال آخرون بل نزلت من اجل ان قوماً من اهل الایمان کانوا یستغفرون لِآبائھم من المشرکین فنھوا عن ذلک

اور بعض حضرت کا یہ خیال ہے کہ اسکا شان نزول یہ ہے کہ ایک جماعت مومنین اپنے اعزہ مشرکین کے لیئے طلب مغفرت کرتی تھی جس سے منع فرما دیا گیا۔

اور اسی سلسلہ میں امام موصوف نے چند روایتیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و قتادہ رحمہ اللہ کی بیان فرمائی ہیں۔

فی الحقیقت یہ ہی ایک مکمل قرآن مجید سے استدلال ہے اور اس کے ذیل میں یہ روایتیں ہیں لیکن اس کے شان نزول کا اختلاف خود اسکا غماز ہے کہ اس سے مراد یہ ہی ہو سکتی ہے کہ مشرکین موتی کے لیے جب کہ انکا شرک نمایاں ہو جائے طلب استغفار یا رحمت نہ کرنا چاہیئے۔

ہم اون روایات کی تخریج یا انپر تبصرہ تو بعد میں پیش کریں گے بالفعل صحیحین اور سنن کی اور روایات جن سے ابوطالب کی گرفتاری عذاب ثابت ہوتی ہے پیش کرتے ہیں۔

حدثنا عباد وابن عمر قال حدثنا مروان عن یزید وھو ابن کیسان عن ابی حازم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمہ عند الموت قل لا الٰہ الا اللہ اشھد لک بھا یوم القیامۃ فابیٰ قال فانزل اللہ انک لا تھدی من احببت وحدثنی محمد بن حاتم بن میمون قال ثنا یحییٰ بن سعید قال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے وفات کے وقت فرمایا۔ کہو لا الٰہ الا اللہ میں قیامت کے دن آپ کی شہادت دونگا۔ انہوں نے انکار کیا جسپر آیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ نازل ہوئی۔

قال ثنا یزید بن کیسان قال انا ابو حازم الاشجعی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لعمہ قل لا الہ الا اللہ اشہد لک بہا یوم القیامۃ قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حملہ علی ذالک الجزع لاقررت بہا عینک فانزل اللہ تعالی اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ

(مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۰)

(باب تصدیق ابی طالب)



حدثنا مسدد حدثنا یحیی عن ابو سفیان حدثنا عبد الملک حدثنا عبد اللہ بن الحارث حدثنا العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اغنیت عن عمک فانہ کان یحوطک ویغضب لک قال ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم آپ اپنے چچا کے کیا کام آئے وہ آپ کو بچاتے تھے اور آپ کے لیئے غصے ہوتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں ان کی سفارش نہ کرتا تو وہ جہنم کی بالکل نیچے کی تہ میں ہوتے۔

دوسری روایت وہی ہے جو اوپر گذر چکی ہے

تیسری روایت۔

حدثنا عبد الله بن یوسف حدثنا اللیث حدثنا ابن الهاد عن عبد الله بن خباب عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم وذکر عنده عمه فقال لعله تنفعه شفاعتی یوم القیامة فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیه یغلی منه دماغه۔

بارگاہِ نبوی میں آپ کے چچا کا ذکر ہوا فرمایا شاید میری شفاعت سے ان کو قیامت کے دن اتنا فائدہ ہو کہ وہ اتھلی آگ میں ڈالے جائیں جو ٹخنوں تک پہونچے جس سے ان کا بھیجا کھدکتا رہے۔

(کتاب المناقب)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

ووقع فی حدیث ابن عباس عند مسلم اهون اهل النار عذابا ابو طالب وهو منتعل بنعلین یغلی منهما دماغه ولاحمد من حدیث ابی هریرة مثله لکن لم یسم ابا طالب وللبزار من حدیث جابر قیل للنبی صلی الله علیه وسلم هل نفعت ابا طالب قال اخرجته من النار الی ضحضاح منها۔

مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جہنمیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو بایں طور دیا جائیگا کہ آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائینگی جس سے ان کا دماغ کھدک جائیگا۔ امام احمد نے بھی اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن ابو طالب کا نام نہیں ہے اور بزار نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ نے ابو طالب کو کیا نفع پہونچایا؟ فرمایا میں نے اتھلی آگ میں نکالا

تقریباً یہ ہی روایتیں ہیں جن سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ ابوطالب مشرک مرے اور انھیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

دوسرے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی مگر انہوں نے اسلام سے یا کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شفاعت فرمائی جس کی بدولت ان کو آسان عذاب دیا گیا اور یہ ٹخنوں تک جہنم میں گرفتار ہیں یا اون کو آگ کی نعلین پہنا دی گئیں۔

چوتھے یہ کہ شاید آپ کی شفاعت آخرت میں اون کے لیئے مؤثر ہو سکے اور پھر اون کو ہلکا عذاب دیا جائے۔

ان سب روایتوں کے بیان کر دینے کے بعد ہم اون کی زندگی کے حالات بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ ان کی عملی زندگی خود اسکو ثابت کر سکے کیونکہ دنیا میں اگر کوئی حیثیت انسان کے لیئے شاہد بن کر اس کی شخصیت کو نمایاں کر سکتی ہے تو وہ صرف اس کی عملی زندگی ہے۔ اور وہ عملی زندگی بھی بایں طور کہ کسی مفاد پر اس کا انحصار نہ ہو۔ پس ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ

کہ یہ مسلم مومن تھے یا مشرک کافر تھے اور انکی وفات تک اسلام کے احکام کس حد تک متعین فرمائے گئے تھے لیکن اس سے پہلے ان روایات کے متعلق چند باتیں پیش ہیں۔

شانِ نزول کے متعلق امام ابوجعفر طبری رحمہ اللہ نے تین مختلف اقوال پیش فرمائے ہیں قول اول یہ کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی اور راوس کے راوی حضرت سعید ابن المسیب رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں اور راون کے والد مسیب کا ایمان فتح مکہ میں ثابت ہوتا ہے اور وفات ابوطالب ان کے والد کے ایمان سے بہت پہلے ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو دو روایتیں مسلم شریف میں مروی ہیں ان سے دوسری آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ کا شان نزول اس سے متعلق کیا گیا ہے لیکن جب ہم غور کرتے ہیں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام ہم کو بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ محرم سنہ ۷ھ میں معلوم ہوتا ہے اور وفات ابوطالب اس سے تقریباً دس سال قبل ہوئی ہے علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کی تفصیل سماعت بیان نہیں فرماتے بلکہ یوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو تبلیغ فرمائی۔

ان سب میں اہم ترین بحث یہ رہجاتی ہے کہ ابوطالب مشرک تھے مشرک رہے اور مشرک مرے اس لیئے اصولاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مشرک کی مغفرت قرآن مجید سے ثابت ہے اور اظہار شرک پر کیا طلب مغفرت جائز ہے اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مشرکیت سے وابستہ ہوسکتی ہے یہ واضح ہے کہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ اور وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ

السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي ... اس لیئے نبی الحقیقت ایسی ہستی جسکا خاتمہ شرک پر ہوا ہو اس فیصلہ کے تحت میں قابل مغفرت نہیں رہتی۔ احادیث صحیحہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انما شفاعتی لاھل الکبائر من امتی اور دوسری روایت اتانی آت من عند ربی فخیرنی بین ان یدخل نصف امتی الجنۃ و بین الشفاعۃ فاخترت الشفاعۃ وھی لمن مات لا یشرک باللہ شیئاً

ان احادیث وآیات قرآنی سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ کسی مشرک کے لیئے نہ تو شفاعت جائز ہے نہ ایسی شفاعت سے رستگاری ممکن ہے مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ لیکن عجب حیرت انگیز واقعہ ہے کہ ابوطالب کو ایک طرف مشرک تسلیم کیا جاتا ہے اور دوسرے پہلو پر یہ بھی ہے۔ لولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار یا یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیئے آخرت میں شفاعت فرمائیں یا استغفار فرمائی۔ حالانکہ ایسے مجرموں کی لیئے یہ فیصلہ قطعی موجود ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۔ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اس باہمی تناقض وکشاکشی روایات سے قرآن مجید کو سامنے رکھتے ہوئے یہ عقدہ اس طرح حل ہوسکتا ہے کہ ہم ابوطالب کی پوری زندگی پر نظر ڈالیں کہ آیا وہ مشرک تھے یا کیا اور یہ کہ انکا خاتمہ کس دین پہ ہوا۔

عبدالمطلب کے دس بیٹے مختلف بیبیوں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ اور ابوطالب حقیقی بھائی تھے۔ حضور انور کی پرورش وتربیت پہلے عبدالمطلب کے ذمہ تھی اور وہ انتہائی محبت کیا کرتے تھے۔ عبدالمطلب کا انتقال ۸۲ سال کی عمر میں ہوا اسوقت حضور انور صلی اللہ علیہ

وسلم کی عمر ۸ سال کی تھی ابن سعد میں ہے

وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتذکر موت عبد المطلب قال نعم انا یومئذ ابن ثمانی سنین قالت ام ایمن رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبکی خلف سریر المطلب۔

حضور سے دریافت کیا گیا آپ کو عبد المطلب کی وفات یاد ہے فرمایا ہاں میں آٹھ برس کا تھا ام ایمن فرماتی ہیں میں نے عبد المطلب کے جنازہ کے پیچھے حضور انور صلعم کو روتے دیکھا۔

طبقات ابن سعد صفحہ ۷۵

عبد المطلب نے مرنے کے وقت اپنے بیٹے ابو طالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پرورش وحفاظت کا بار سپرد کیا۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ ابو طالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیحد محبت تھی گو وہ کثیر العیال تھے مگر اپنی سب اولاد سے زیادہ ان کو ہر قسم کا خیال اور محبت حضور انور سے رہی جب سوتے تو آپ کو اپنے پاس سلاتے باہر جاتے تو صرف آپ کو اپنے ہمراہ لیجاتے

وکان ابو طالب لا مال له وکان یحبه حبا شدیدا لا یحبه ولده وکان لا ینام الا الی جنبه ویخرج فیخرج معه وصب ابو طالب صبابة لم یصب مثلها بشیٔ قط وکان یخصه بالطعام وکان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعا او فرادی لم یشبعوا واذا

ابو طالب کے پاس کم مال تھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بمقابلہ اپنی اولاد کے انتہائی محبت تھی رات کو ہمیشہ آپ کو اپنے پہلو میں لیکر سلایا کرتے تھے اور جہاں کہیں جاتے آپ کو اپنے ساتھ لے کر جاتے اور جس چیز سے آپ کو رنج ہوتا وہاں کو بھی ناگوار ہوتا آپ کے کھانے کا خاص انتظام کرتے ابو طالب کی اولاد تنہا یا مجتمع ہو کر کھانا کھاتے

اکل معھم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم شبعوا فکان اذا اراد
ان یغذیھم قال کما انتم حتی
یحضر ابنی فیاتی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فیاکل معھم فکانوا
یفضلون من طعامھم وان لم یکن
معھم لم یشبعوا فیقول ابو طالب
انک لمبارک وکان الصبیان یصبحون
رمصا شعثا ویصبح رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دھینا کحیلا

تو شکم سیر نہ ہوتے اور جب حضور انورؐ کے ساتھ کھاتے
تو سب سیر ہو جاتے اس لیئے ابو طالب نے یہ انتظام کر دیا
تھا کہ جب بچے کھانے پر بیٹھتے تو یہ ہدایت کرتے تھے کہ جب تک
میرا بیٹا محمدؐ نہ آجائے کوئی کھانا نہ کھائے جب آپ آجاتے
تو پھر سب کھانا کھاتے ابو طالب کہا کرتے تھے محمدؐ کے ساتھ
کھانے سے تمہارے کھانے میں برکت ہوتی ہے اگر یہ
ساتھ نہ کھائیں تو تمہارے کھانے میں برکت نہ ہو
بالعموم بچے صبح اٹھتے تھے تو پریشان اور آلودہ چشم
نظر آتے تھے لیکن حضور انورؐ جب بیدار ہوتے تو
مسرور و سرمگیں چشم نظر آتے۔

باوجود کمسنی اور بھتیجے ہونے کے ابو طالب کے قلب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی غیر معمولی عظمت بھی تھی ابن سعد میں مروی ہے کہ ابی طالب کی نشست کے
لیئے فرش بچھایا گیا اوسپر حضور انورؐ رونق افروز ہوئے ابو طالب اپنی جائے
نشست پر دیکھ کر بولے میرے بھتیجے کے لیئے ایک نعمت خاص کی نسبت ہے

ابن سعد

ایک بار شدید قحط پڑا قریش کا مشورہ ہوا کہ لات و عزیٰ سے استغاثہ کیا جائے
ایک معمر شریف کی رائے ہوئی کہ سلالۂ اسمٰعیل کی یادگار یعنی ابو طالب سے مشورہ کیا
جائے سب ملکر ابو طالب کے مکان پر پہونچے وہ ایک کمسن لڑکے کو لیکر برآمد
ہوئے جسکا چہرہ آفتاب کی طرح منور تھا اور خانہ کعبہ سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے

اور اس لڑکے کی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر بارش کی دعا کی ابر کے ٹکڑے نمودار ہوئے اور اس قدر بارش ہوئی کہ پانی بہہ نکلا اور سب صحرا سیراب ہوگئے

(زرقانی شرح مواہب لدنیہ بحوالہ ابن عساکر)

شام کا سفر اور راہب بحیرا سے ملاقات

اس واقعہ کو مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہے اور جامع ترمذی میں بھی یہ روایت بالاختصار آئی ہے اس واقعہ کی صحت میں کچھ شبہ نہیں ہوسکتا البتہ جو شبہ بحیرا سے تعلیم کا پیدا کیا گیا ہے وہ بالکل غلط اور فرضی ہے چونکہ تفصیل واقعے سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیرا سے کسی قسم کی بھی تعلیم حاصل فرمائی ہو یا اتنا وقت ملا ہو جس میں ایک بارہ سالہ لڑکا اسرار و حکم نبوت چند گھنٹوں میں حاصل کرلے۔

ابن سعد۔ طبری۔ ابن ہشام۔ میں یہ واقعہ ہے ہم اس واقعہ کو تمام تاریخوں سے مستنبط کرتے ہوئے مفصل پیش کرتے ہیں۔

قریش کا قاعدہ تھا کہ تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں سال میں ایک بار شام کا سفر کیا کرتے تھے ابوطالب بھی اسی سلسلہ میں شام جانا چاہتے تھے لیکن انکا یہ ارادہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے ساتھ نہ لیجائیں۔ حضور انور صلعم کو چونکہ ابوطالب سے انتہائی محبت تھی آپ ان سے لپٹ گئے اس پر ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے بچہ کو کس طرح جدا کرسکتا ہوں تمہاری میری

مفارقت کیسی اور ساتھ لے گئے[۲]۔ قافلہ بصری نواحی شام پہونچا ایک عیسائی راہب
جسکا نام بحیرا تھا اسکی خانقاہ میں اترے بحیرا ایک قابل نصرانی عالم تھا اوس نے
قافلہ کو ٹھیرایا دعوت کی دعوت میں سب شریک تھے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم اس مختصر سے قافلہ کے سامان کی نگرانی ایک درخت کے نیچے جو اس خانقاہ
سے قریب تھا کر رہے تھے بحیرا نے پوچھا کیا کوئی مہمان رہگیا لوگوں نے کہا ایک
بچہ ہے وہ بولا انہیں بھی بلالیجیے۔ آپ تشریف لائے وہ بغور آپ کو دیکھتا رہا جب سب
کھانا کھا کر منتشر ہوگئے تو وہ آپ کے جسم مبارک کو دیکھتا رہا اور آپ سے چند سوال
کئے آپ نے دلنشین جواب دے اوس نے ابوطالب سے دریافت کیا کہ یہ بچہ تمہارا
کوئی عزیز ہے وہ بولے میرا بیٹا ہے اس نے کہا یہ تو تمہارا بیٹا نہیں ہوسکتا وہ
بولے میرا بھتیجہ ہے اس کے ماں باپ کا انتقال ہوگیا اس نے کہا یہ سید
المرسلین ہیں لوگوں نے پوچھا تم نے کس طرح پہچانا وہ بولا کہ جب تم لوگ پہاڑ
سے اترے تو جس قدر درخت اور پتھر تھے سب سجدہ کیلیے جھک گئے اور ابوطالب
سے کہا کہ ان کو مکان واپس لیجایے اور حفاظت کیجیے ایسا نہ ہو کہ یہود باخبر
ہوجائیں ورنہ ان کی جان کا اندیشہ ہے یہ لوگ واپس آگئے اور بحیرا نے کچھ
کعک و زیت بھی بطور تحفہ ہمراہ کردے۔

علاوہ اور باتوں کے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابوطالب کی غرض سفر شام سے تجارتی
تعلیم بھی مقصود تھی اس بنا پر سن رشد کے ساتھ ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے معاش کی طرف جب توجہ فرمائی تو تجارت ہی بہتر ذریعہ نظر آیا۔ مکہ میں یہ
طریقہ رائج تھا کہ لوگ اپنا سرمایہ کسی امین کو دیکر منافع میں شرکت کرلیا کرتے تھے

۲ [illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی شرکت بھی بصحت منقول ہے۔ تجارت میں لازمی اور ضروری چیزیں دیانت راست بازی اور ایفاء وعدہ ہے چنانچہ سنن ابی داؤد میں ایک واقعہ اسی سلسلہ میں مروی ہے کہ عبداللہ ابن ابی الحماد سے قبل بعثت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک تجارتی معاملہ پیش آیا اور وہ کچھ ادھورا سا رہ گیا عبداللہ نے وعدہ کیا کہ میں پھر ملوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا انتظار کیا اور یہ تین دن بعد اس جگہہ پہونچے آپ نے فرمایا تمنے مجھکو زحمت دی میں تین دن سے یہیں ہوں اور کوئی شکایت نہ فرمائی جس قدر افراد سے آپ کی شرکت ہوئی سب صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے رہے اس دیانت وراست بازی کے اخبار مکہ میں عام تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (جنکا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملجاتا ہے) کیسے ناواقف رہ سکتی تھیں انھوں نے آپ کی خدمت میں یہ پیام بھیجا کہ آپ اگر میرا مال لیکر شام جائیں گے تو اوروں سے دونا معاوضہ دوں گی آپ نے منظور فرمایا اور مال تجارت لیکر بصری تشریف لے گئے وہاں سے واپسی پر تقریباً تین مہینہ بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کے پاس شادی کا پیام بھیجا چونکہ عرب کے اندر اس زمانہ میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنی شادی کے مراحل خود طے کرسکتی تھیں اس لیئے حضور انور صلعم نے بھی اس پیام کو منظور فرمالیا۔ طبقات ابن سعد سے اس واقعہ کا اقتباس یہ ہے۔

نفیسہ کا بیان ہے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بڑی شریف اور سمجھہ دار تھیں خدا کا ان پر فضل وکرم تھا بہ لحاظ نسب وہ قریش میں فضیلت

رکھتی تھیں اور بہ لحاظ مال و دولت بھی وہ خوش حال تھیں قوم و قبیلہ کے اکثر و بیشتر افراد ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی سفر شام کے بعد انہوں نے مجکو آپ کی خدمت میں اپنا پیام لے کر بھیجا میں حاضر ہوئی اور میں نے کہا اے محمدؐ آپ کو اپنی شادی میں کیا تامل ہے فرمایا میرے پاس کیا ہے جو میں شادی کر لوں میں نے عرض کیا اگر میں ایک جگہہ بتاؤں جو بہ لحاظ شرف و نسب و مال ممتاز ہو تو کیا آپ منظور فرمائیں گے فرمایا وہ کونسی جگہہ ہے میں نے عرض کیا خدیجہ فرمایا وہ بھلا کیسے راضی ہوں گی میں نے عرض کیا اسکی میں ذمہ دار ہوں فرمایا اچھا میں تیار ہوں نفیسہ اسی وقت حضرت خدیجہ کے پاس خوشی خوشی آئیں اور کہا لو معاملہ طے ہوگیا حضرت خدیجہ نے اسی روز اپنے نکاح کا وقت معین فرماکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا اور اپنے چچا عمر بن اسد کو بھی مطلع کر دیا اور خطبہ نکاح کے لیئے بھی اون کو نامزد کر دیا وقت مقررہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کے ساتھہ وہاں تشریف لے گئے اور ایک چچا نے خطبہ نکاح پڑھا مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ خطبہ نکاح ابوطالب نے پڑھا اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ اور سیرۃ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۰ سے خطبہ ابوطالب بھی نقل کیا جاتا ہے

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابرھیم و زرع	خدا کا شکر ہے جس نے ہمکو ذریت ابراہیم اولاد
اسمٰعیل و ضئضئی معد و عنصر مضر و جعلنا	اسمٰعیل اور نسل معد اور صلب مضر سے پیدا
حضنۃ بیتہ و سوسۃ حرمہ و جعل لنا	کیا اور ہمکو اپنے مکان کا محافظ اور اپنے
بیتا محفوظا و حرما آمنا و جعلنا الحکام	حرم کا نگہبان مقرر فرمایا اور ہمارے لیئے
علی الناس ثم ان ابن اخی ھذا محمد	اپنے مقدس و مامون اور محفوظ مکان کو عطا

محمد عبد الله لا یوزن به رجل الا
رجح وان کان فی المال قل فالمال
ظل زائل وامر حائل ومحمد ممن قد
عرفتم قرابته وقد خطب خدیجه
بنت خویلد وبذل لها من الصداق
ما آجله وعاجله من مالی و
هو والله بعد هذا له نبأ عظیم
وخطر جلیل جسیم۔

فرمایا اور ہم لوگوں پر حاکم فرمایا اما بعد یہ
میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ جس کا اگر کسی شخص سے
موازنہ و مقابلہ کیا جائے تو ہر طرح یہ قابل فضل ہے
گو مال میں کم ہے لیکن مال دنیا کی ڈھلتی پھرتی سایہ
ہے محمد کی قرابت کا حال معلوم ہے آپ خدیجہ بنت
خویلد سے شادی کر رہے ہیں اور ان کے لیئے
آپنے موجودہ اور آئندہ مال کے صرف کا قصد کیا ہے محمدؐ
کی وہ ذات ہے جس کی علوم نبوت کا عنقریب انکشاف ہوگا

ابوطالب کی اولاد

محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ ابوطالب کے چار بیٹے ہوئے سب سے بڑے طالب
دوسرے عقیلؓ تیسرے جعفرؓ چوتھے علیؑ۔ طالب کے متعلق تاریخ طبری نے بحوالہ
ابن کلبی اس قدر لکھا ہے کہ طالب ابن ابی طالب جنگ بدر میں مشرکین کے
ساتھ دیکھے گئے تھے۔

جو فی الحقیقت بادل ناخواستہ ان کے ساتھ تھے لیکن جنگ کے بعد نہ قیدیوں میں
پائے گئے نہ مقتولین میں دیکھے گئے نہ گھر واپس ہوئے اس لیے ان کے حالات زندگی
کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

دوسرے عقیل بن ابی طالب ان کے اسلام لانے کی تاریخ میں اختلاف ہے۔
بعض کا خیال ہے کہ یہ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لائے اور بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ

فتح مکہ میں اُنکا ایمان تھا مگر کہ حنین میں یہ ثابت قدم رہے ابن سعد کا قول ہے کہ خلافت امیر معاویہ میں انکا انتقال ہوا۔ اور امام بخاری کی روایت ہے کہ ابتدائے حکومت یزید میں انکا انتقال ہوا۔

جعفر بن ابی طالب جنکا لقب جعفر طیارؓ اور ذوالجناحین بھی ہے ان کا مختصر سا حال بیان کر دینا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا چچا تمہارے بھائی (ابوطالب) کثیر العیال ہیں ان کا خرچ زیادہ ہے اس لیے میری یہ رائے ہے کہ ہم ان کے بیٹوں میں سے ایک ایک اپنے ذمہ لے لیں حضرت عباسؓ راضی ہو گئے دونوں ابوطالب کے پاس پہنچے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا یہ سنکر ابوطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو اور باقی بچوں کے لیے جو تم چاہو انتظام کرو یہ سنکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی عیال میں شامل کر لیا اور حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ کو اپنی عیال میں شامل کر لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اتنے میں ابوطالب آئے حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ اے چچا تم کیوں اتر کر نماز نہیں پڑھتے انہوں نے کہا کہ جانِ عم میں جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو مگر یہ اچھا نہیں سمجھتا کہ میں تو سجدہ کروں اور لوگ میری ہنسی اڑائیں اور بے حرمتی کریں پھر حضرت جعفرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ جاؤ تم اپنے بھائی علیؓ کے بازو سے ملکر نماز پڑھو حضرت جعفر نے نماز پڑھی اس کے بعد ان سے حضور انورؐ نے فرمایا کہ اس کے صلہ میں خدا تم کو جنت میں دو بازو عطا فرمائیگا جن سے جہاں چاہو گے اڑتے پھرو گے ۵ سنہ نبوی میں جب کہ مسلمانوں پر قریش کے ظلم برابر جاری تھے حضور انورؐ نے بعض جان نثاروں

اسلام کو ہدایت فرمائی کہ وہ حبش ہجرت کر جائیں کیونکہ نجاشی شاہ حبش کا عدل وانصاف ہیں مکہ میں عام طور سے مشہور تھا اس لیئے حبش کو بہتر خیال فرمایا گیا یہ بے سر وسامان قافلہ جب بندرگاہ پر پہونچا تو اتفاقا دو تجارتی جہاز مل گئے جو حبش ہی کو جا رہے تھے ہر شخص نے پانچ پانچ درم کرایہ کے ادا کیئے اور قدرتی طور پر اس سستے کرایہ سے فائدہ اٹھایا قریش مکہ کو خبر ہوئی تو بندرگاہ تک تعاقب کیا مگر جہاز روانہ ہو چکا تھا نجاشی کے مسلمان امن و دولت کی زندگی بسر کرتے تھے قریش کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے مشورہ کیا کہ مسلمانوں کو وہاں سے بھی نکلوانا چاہیئے۔ چنانچہ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو سفیر بنا کر بھیجا۔ نجاشی اور اس کے اعوان وارکان کے لیئے گراں بہا تحائف تیار کیئے گئے یہ سفراء پہلے نجاشی کی درباری پادریوں سے ملے نذریں پیش کیں اور یہ استدعا کی کہ ہمارے شہر کے بعض بیوقوف یہاں آکر بس گئے ہیں انھوں نے مکہ میں ایک مذہب ایجاد کیا ہے جس پر ہمنے اون کو نکال دیا ہے اس لیئے ہم دربار شاہی میں درخواست پیش کرنا چاہتے ہیں اس میں آپ بھی ہماری تائید فرمائے وہ راضی ہو گئے اور دوسرے دن پیش کیئے گئے۔ استدعا پیش ہوئی درباریوں نے تائید کی نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا اور پوچھا تمنے کونسا دین ایجاد کیا ہے جو عیسائیت اور بت پرستی کے خلاف ہے مسلمانوں نے جواب دہی کے لیئے حضرت جعفرؓ کو منتخب کیا حضرت جعفرؓ نے اس طرح تقریر فرمائی کہ اے بادشاہ ہم جاہل بت پرست مردار خوار بدکار تھے۔ ہمسایوں اور بھائیوں پر ظلم کرتے تھے کہ ایک شخص پیدا ہوا جسکی شرافت صداقت اور دیانت سے ہم باخبر تھے اوس نے ہمیں اسلام پیش کیا اور یہ تعلیم دی کہ ہم پتھر بوں خونریزی چھوڑ دیں

بت پرستی نہ کریں ہمسایوں کو راحت پہونچائیں اور یتیموں کا مال نہ کھائیں پاک دامن عورتوں کو تہمت نہ لگائیں نماز پڑہیں روزہ رکھیں زکواۃ دیں ہم اوس پر ایمان لاچکے شرک اور بت پرستی اور تمام بری باتیں چھوڑ چکے یہی اسلام ہے جسکی بدولت یہ ہماری قوم ہماری دشمن ہے اور ہمکو مجبور کرتی ہے کہ پھر اسی گمراہی کو اختیار کرلیں نجاشی نے خاموشی سے یہ سب باتیں سنیں اور کہا کہ جو خدا کا کلام تمہارے نبی پر نازل ہوا ہے کچھہ پڑھو حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں نجاشی کی آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا خدا کی قسم انجیل اور یہ کلام دونوں ایک ہی چیز ہیں اور سفراء قریش کو جواب دیدیا کہ تم جاؤ میں ان مظلوموں کو تمہارے حوالہ نہیں کرسکتا دوسرے دن عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی عرض کیا جہاں پناہ ان لوگوں سے یہ تو پوچھیے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں مسلمان پریشان ہوئے لیکن حضرت جعفرؓ نے فرمایا کچھ بھی ہو میں سچ کہوں گا مسلمان دربار میں حاضر ہوئے نجاشی نے دریافت کیا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ عیسیٰؑ خدا کے بندے اور پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اوٹھایا اور کہا کہ خدا کی قسم جو کچھہ تم نے کہا یہ صحیح ہے عیسیٰؑ خدا کے نزدیک اس تنکے کے برابر نہیں ہیں۔ غرض کہ قریش کے سفراء بالکل ناکام واپس گئے اس موقع پر ابوطالب نے چند اشعار کہے ہیں۔

الالیت شعری کیف فی الناٸ جعفرؓ | وعمرو واعداء العدو الاقارب
فھل نال افعال النجاشی جعفرؓا | واصحابہ اوعاق ذالک شاذب
تعلم ابیت اللعن انک ماجد | کریم فلا یشقی لدیک المجانب

تعلم بان اللہ زادہ بسطۃ ✗ واسباب خیر کلھا بک لا ذ ب

حضرت جعفر کے ان واقعات کے لکھنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں خود کو اور اپنی اولاد کو ہمیشہ جاں نثار و فاشعار قولاً و عملاً دیکھنا چاہا۔

تقریباً دو تین سال تک رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کیا گیا جب یہ حکم نازل ہوا کہ وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اپنے خاندان والوں کو ڈرا تو حضور انور نے سب کو کہلا بھیجا جمع فرمایا ان میں سب بنی ہاشم ہی تھے آپ کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا یہ کہ اگر میں تم سے کہوں کہ ایک لشکر پہاڑ کے پیچھے سے آ رہا ہے تو کیا تم لوگوں کو یقین آئیگا سب نے کہا کہ تم سچے ہو اور تم نے ہمیشہ سچ ہی بولا ہے اس لیے ہم کو یقین آئیگا حضور نے فرمایا تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پہ سخت عذاب نازل ہوگا یہ سن کر ابولہب چیخا چلایا مجلس درہم برہم ہو گئی کچھ دن کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پھر فرمایا کہ دعوت کا انتظام کرو اوسمیں بھی تمام بنی ہاشم شریک سکھے جب سب کھانا کھا چکے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سب کے لیے دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود لیکر آیا ہوں مجھے خدا نے حکم دیا کہ میں تم کو اس کی دعوت دوں تم بتاؤ کون میرا ساتھ دے گا۔ تمام مجلس میں سناٹا تھا صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا گو میں نوعمر ہوں مجکو آشوب چشم ہے میں دبلا پتلا ہوں تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تم اس کی بات مانا کرو اور جو یہ کہا کرے وہ سنا کرو۔ یہ سن کر سب لوگ ہنسنے لگے اور ابو طالب کا مذاق اڑانے لگا کہ لو محمد نے تمکو حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی اطاعت کیا کرو غرض

تبلیغ کا سلسلہ جاری ہوگیا اب آپ نے عام طور پر ہر مجلس میں ہر جلسہ میں ہر گلی کوچہ میں تشریف لیجا کر توحید کی تبلیغ فرمائی۔ بتوں پتھروں درختوں کی پرستش سے منع فرمایا اور اخلاق رذیلہ سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش فرمائی قریش ان باتوں کی کہاں متحمل تھے کچھ تو خاندان بنی ہاشم کے مخالف تھے اور کچھ اسلامی مساوات کو ذلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اکثر و بیشتر ایسے تھے جو اپنے معبودوں کے خلاف ایک لفظ سننا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے اسلام کی اس مقدس تحریک کو مٹانے اور دبانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا قریش کی جماعت ابوطالب کے پاس آئی اور اون کو سمجھایا کہ تم اپنے بھتیجے کو سمجھا دو وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں ابوطالب نے اون کو سمجھا بجھا کر روانہ کر دیا اب اس موقع پر ہم اون کے بعض اشعار نقل کرتے ہیں۔

اذا اجتمعت یوما قریش لمفخر ۔۔۔ فعبد مناف سرها وصمیمها
فان حصلت اشراف عبد منافها ۔۔۔ ففی هاشم اشرافها وقدیمها
وان فخرت یوما فان محمدا ۔۔۔ هو المصطفی من سرها وکریمها
تداعت قریش غثها وسمینها ۔۔۔ علینا فلم تظفر وطاشت حلومها
وکنا قدیما لا نقر ظلامة ۔۔۔ اذا ما ثنوا صعر الخدود نقیمها
ونحمی حماها کل یوم کریهة ۔۔۔ ونضرب عن احجارها من یرومها
بنا انتعش العود الذواء وانما ۔۔۔ باکنافنا تندی وتنمی ارومها

سیرۃ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۶۵

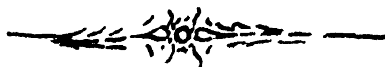
قریش مکہ کو اس پر بھی اطمینان نہ ہوا انھوں نے دوسری تدبیر اختیار کی۔

سیرۃ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۶۶ طبقات ابن سعد جز اول صفحہ ۱۳۴

جب قریش مطمئن ہو گئے کہ ابو طالب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت نصرت وحمایت کسی طرح ترک نہیں کر سکتے تو وہ عمارۃ بن عبد اللہ بن نیرہ کو اپنے ساتھ لے کر ابو طالب کے پاس پہونچے اور کہنے لگے یہ جمیل شریف خاندانی لڑکا ہے اس کو تم اپنا بیٹا بنا لو اور ہم ہر قسم کا تم کو اختیار دیتے ہیں۔ اس کے معاوضہ میں تم اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالہ کر دو تاکہ ہم اوسکو قتل کر کے اپنے دین کی مخالفت کا بدلہ لیں ابو طالب نے کہا خدا کی قسم کیسی ذلیل اور ناگوار بات تم نے پیش کی ہے میں تمہارے بیٹے کی پرورش کروں اور اپنے جان برادر کو تمہارے حوالہ کر دوں تاکہ تم قتل کر ڈالو سیر مطعم بن عدی نے ابو طالب سے کہا بھائی قوم تو یہی چاہتی ہے کہ تمہارے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرے جس کو تم برا سمجھتے ہو لیکن قوم اس سے باز نہیں رہ سکتی ابو طالب نے کہا اے مطعم تو قوم کی امداد اور مجھ پر ظلم وزیادتی کے لئے آمادہ ہوا اس لئے تجھ سے جو کچھ ہو سکے اس میں کمی نہ کرنا اور اسی قسم کی باتیں کہیں یہ روایت ابن ہشام کی ہے طبقات ابن سعد میں اس کے بعد اس قدر اور اضافہ ہے کہ ابو طالب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا جان عم تمہاری قوم کے اشراف واقارب اس انصاف پر اتر آئے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل وغیرہ پر اسی کلمہ توحید کو پیش کیا اور وہ جماعت یہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اَصْبِرُوْا عَلٰی اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ یہ واقعہ دن کا ہے اسی روز شام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کرنے پر بھی ابو طالب کو نہ مل سکے وہ سخت پریشان ہوئے اور ان کا خیال ہوا کہ ابو جہل نے کہیں قتل نہ کر دیا ہو فوراً نوجوانان بنی ہاشم کو جمع کر کے ہدایت کی

کہ تم میں سے ہر شخص تیغ براں لیکر میرے ساتھ حرم میں چلے تاکہ ہر بڑے سے بڑے کافر کا خاتمہ کر دیا جائے ابھی تیاری ہو ہی رہی تھی کہ زید بن حارثہ آ گئے انہوں نے ابو طالب کو پریشان دیکھا ابو طالب بولے میرا بھتیجا کہاں ہے زید بولے ابھی میں اور آپ ساتھ ساتھ تھے ابو طالب بولے میں کبھی گھر میں نہ جاؤں گا جب تک اپنے بھتیجے کو نہ دیکھ لوں زید فوراً صفا پر پہنچے (وہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے کچھ گفتگو فرما رہے تھے) اور ابو طالب کی پریشانی بیان کی آپ فوراً تشریف لائے ابو طالب نے کہا بھتیجے کہاں تھے خیریت ہے فرمایا سب خیریت ہے ابو طالب نے کہا گھر میں چلئے اور گھر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیگئے صبح ہوئی تو ابو طالب مجمع قریش میں حضور انور و نوجوانان بنی ہاشم و عبد المطلب کو لیکر برآمد ہوئے اور کہنے لگے معشر قریش تم کو معلوم ہے کہ میں نے دل میں کیا ٹھانی تھی قریش بولے نہیں۔ ابو طالب نے اپنا ارادہ بیان کیا اور اسلحہ نکلوا کر بتلائے اور کہنے لگے خدا کی قسم اگر تم محمد کو قتل کر ڈالتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا! سیر قریش نادم اور سب سے زیادہ ابو جہل نادم ہوا۔ طبقات ابن سعد صفحہ ۱۳۴ و صفحہ ۱۳۵ جلد اول۔ اور ابو طالب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و حقیقت اسلام پر ایک قصید لکھا جس کو ہم ابن ہشام سے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۶۷ تا صفحہ ۱۷۱)



قصیدہ ابو طالب

ولما رایت القوم لا ود عندهم   وقد قطعوا کل العری والوسائل

وقد صارحونا بالعداوة والاذی   وقد طاوعوا امر العدو المزایل

وقد حالفوا قوما علینا اظنة   یعضون غیظا خلفنا بالانامل

صبرت لهم نفسی بسمراء سمحة   وابیض عضب من تراث المقاول

واحضرت عند البیت رهطی واخوتی   وامسکت من اثوابه باالوصائل

قیاما معا مستقبلین رتاجه   لدی حیث یقضی حلفه کل نافل

وحیث ینیخ الاشعرون رکابهم   بمفضی السیول من اساف ونائل

موسمة الاعضاد او قصراتها   مخیسة بین السدیس وبازل

تری الودع فیها والرخام وزینة   باعناقها معقودة کالعثاکل

اعوذ برب الناس من کل طاعن   علینا بسوء او ملح بباطل

ومن کاشح یسعی لنا بمعیبة   ومن ملحق فی الدین مالم نحاول

وثور ومن ارسی ثبیرا مکانه   وراق لیرقی فی حراء ونازل

وبالبیت حق البیت من بطن مکة   وباالله ان الله لیس بغافل

وبالحجر الاسود اذ یمسحونه   اذا اکتنفوه بالضحی والاصائل

وموطی براهیم فی الصخر رطبة   علی قدمیه حافیا غیر ناعل

واشواط بین المروتین الی الصفا   وما فیهما من صورة وتماثل

ومن حج بيت الله من كل راكب ... ومن كل ذي نذر ومن كل راجل

وبالمشعر الاقصى اذا عمدوا له ... الال الى مفضى الشراج القوابل

وتوقافهم فوق الجبال عشية ... يقيمون بالايدي صدور الرواحل

وليلة جمع والمنازل من منى ... وهل فوقها من حرمة ومنازل

وجمع اذا ما المقربات اجزنه ... سراعا كما يخرجن من وقع وابل

وبالجمرة الكبرى اذا صمدوا لها ... يؤمون قذفا راسها بالجنادل

وكندة اذ هم بالحصاب عشية ... تجيز بهم حجاج بكر بن وائل

حليفان شدا عقد ما احتلفا له ... وردا عليه عاطفات الوسائل

وحطمهم سمر الصفاح وسرحه ... وشبرقه وخد النعام الجوافل

فهل بعد هذا من معاذ لعائذ ... وهل من معيذ يتقي الله عادل

يطاع بنا العدى وودوا لو اننا ... تسد بنا ابواب ترك وكابل

كذبتم وبيت الله نترك مكة ... ونظعن الا امركم في بلابل

كذبتم وبيت الله نبزى محمدا ... ولما نطاعن دونه ونناضل

ونسلمه حتى نصرع حوله ... ونذهل عن ابنائنا والحلائل

وينهض قوم في الحديد اليكم ... نهوض الروايا تحت ذات الصلاصل

وحتى نرى ذا الضغن يركب ردعه ... من الطعن فعل الانكب المتحامل

وانا لعمر الله ان جد ما ارى ... لتلتبسن اسيافنا بالاماثل

بكفي فتى مثل الشهاب سميدع ... اخي ثقة حامي الحقيقة باسل

شهورا واياما وحولا مجرما ... علينا وتاتي حجة بعد قابل

وما ترك قوم لا ابا لك سيدا   يحوط الذمار غير ذرب مواكل

وابيض يستسقى الغمام بوجهه   ثمال اليتامى عصمة للارامل

يلوذ به الهلاك من ال هاشم   فهم عنده في رحمة وفواضل

لعمري لقد اجرى اسيد وبكره   الى بغضنا وجزآنا لآكل

وعثمان لم يربع علينا وقنفذ   ولكن اطاعا امر تلك القبائل

اطاعا ابيا وابن عبد يغوثهم   ولم يرقبا فينا مقالة قائل

كما قد لقينا من سبيع ونوفل   وكل تولى معرضا لم يجامل

فان يلفيا او يمكن الله منهما   نكل لهما صاعا بصاع المكائل

وذاك ابو عمرو ابى غير بغضنا   ليظعننا في اهل شاء وجامل

يناجي بنا في كل ممسى ومصبح   فناج ابا عمرو بنا ثم خاتل

ويؤلي لنا بالله ما ان يغشنا   بلى قد تراه جهرة غير خاتل

اضاق عليه بغضنا كل تلعة   من الارض ما بين اخشب فمجادل

وسائل ابا الوليد ماذا حبوتنا   بسعيك فينا معرضا كالمخاتل

وكنت امرأ ممن يعاش برايه   ورحمته فينا ولست بجاهل

فعتبة لا تسمع بنا قول كاشح   حسود كذوب مبغض ذي دغاول

ومر ابو سفيان عني معرضا   كما مر قيل من عظام المقاول

يفر الى نجد وبرد مياهه   ويزعم اني لست عنكم بغافل

ويخبرنا فعل المناصح انه   شفيق ويخفي عارمات الدواخل

اطعم لم اخذلك في يوم نجدة   ولا معظم عند الامور الجلائل

ولا يوم خصم اذ اتوك الدة ... اولي جدل من الخصوم المساجل

امطعم ان القوم ساموك خطة ... واني متى اوكل فلست بوائل

جزى الله عنا عبد شمس ونوفلا ... عقوبة شر عاجلا غير اجل

بميزان قسط لا يخيس شعيرة ... له شاهد من نفسه غير عائل

لقد سفهت احلام قوم تبدلوا ... بني خلف قيضا بنا والغياطل

ونحن الصميم من ذوابة هاشم ... وال قصي في الخطوب الاوائل

وسهم ومخزوم تمالوا والبوا ... علينا العدا من كل طمل وخامل

فعبد مناف انتم خير قومكم ... فلا تشركوا في امركم كل واغل

لعمري لقد وهنتم وعجزتم ... وجئتم بامر مخطئ للمفاصل

وكنتم قديما حطب قدر وانتم ... الان حطاب اقدر ومراجل

ليهن بني عبد مناف عقوقنا ... وخذلاننا وتركنا في المعاقل

فان تك قوم ما نتئر ما صنعتم ... وتحتلبوها لقحة غير باهل

وسائط كانت في لوي بن غالب ... نفاهم الينا كل صقر حلاحل

ورهط نفيل شر من وطئ الحصى ... والام حاف من معد وناعل

فابلغ قصيا ان سينشر امرنا ... وبشر قصيا بعدنا بالتخاذل

ولو طرقت ليلا قصيا عظيمة ... اذا ما لجأنا دونهم في المداخل

ولو صدقوا ضربا خلال بيوتهم ... لكنا اسى عند النساء المطافل

وكل صديق وابن اخت نعده ... وجدنا لعمري غبه غير طائل

سوى ان رهطا من كلاب بن مرة ... براء الينا من معقة خاذل

وهنا لهم حتى تبدد جمعهم ... ويحسر عنا كل باغ وجاهل

وكان لنا حوض السقاية فيهم ... ونحن الكدى من غالب والكواهل

شباب من المطيبين وهاشم ... كبيض السيوف بين ايدى الصياقل

فما ادركوا ذحلا ولا سفكوا دما ... ولا حالفوا الا شرار القبائل

بضرب ترى الفتيان فيه كانهم ... ضوارى اسود فوق لحم خرادل

بنى امة محبوبة هندكية ... بنى جمح عبيد قيس بن عاقل

لكننا نسل كرام لسادة ... بهم نعى الاقوام عند البواطل

ونعم ابن اخت القوم غير مكذب ... زهير حساما مفردا من حمائل

اشم من الشم البهاليل ينتمى ... الى حسب فى حومة المجد فاضل

لعمرى لقد كلفت وجدا باحمد ... واخوته داب المحب المواصل

فلا زال فى الدنيا جمالا لاهلها ... وزينا لمن والاه رب المشاكل

فمن مثله فى الناس اى مؤمل ... اذا قاسه الحكام عند التفاضل

حكيم رشيد عادل غير طائش ... يوالى الها ليس عنه بغافل

فوالله لولا ان اجى بسبة ... تجر على اشياخنا فى المحافل

لكنا اتبعناه على كل حالة ... من الدهر جدا غير قول التهازل

لقد علموا ان ابننا لا مكذب ... لدينا ولا يعنى بقول الاباطل

فاصبح فينا احمد فى ارومة ... تقصر عنها سورة المتطاول

حدبت بنفسى دونه وحميته ... ودافعت عنه بالذرى والكلاكل

فايده رب العباد بنصره ... واظهر دينا حقه غير ناصل

رجال كرام غير ميل نماهم ... الى الخير اباء كرام المحاصل

فان تاش کعب من لوی صقیبۃ　　فلابد یوما مرۃ من تنزلی یل

پورے قصیدہ کی لفظ بہ لفظ ترجمہ سے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم قصیدہ کے مفہوم کو پیش کریں تاکہ جو ذہنیت ہے وہ صحیح طور پر سمجھہ میں آجائے۔

جب مجھے یقین ہو چکا کہ قریش نے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیئے اور ان کے دل میں ہماری بالکل گنجائش نہیں رہی اور انہوں نے ہماری دشمنی علانیہ شروع کر دی تو ایسی حالت میں بھی میں نے چشم پوشی کی اور تلوار بھی نہیں اٹھائی بلکہ اپنی اولاد اور بھائیوں کو بیت اللہ کے پاس جمع کیا اور باب کعبہ جہاں لوگ قسم کھاتے ہیں پس اس مقام پر میں پناہ مانگتا ہوں ہر جھوٹے مفتری سے اور ہر چھپی عداوت رکھنے والے سے اور پناہ چاہتا ہوں اس خدا کی جسنے جبل ثور واس پاس کے پہاڑ جمائے ہیں اور عبادت و ریاضت کیلئے اس محمدؐ کی جو حرا پہ پہونچکر عزلت نشین ہوا اور اس وادی مکہ کے اصل گھر کی اور اللہ کی بیشک خدا ہی خوب جانتا ہے اور ان تمام مقامات متبرکہ کی جہاں حجاج اپنے ارکان حج ادا کرتے ہیں کیا اب بھی کسی پناہ مانگنے والے کے لیئے اسکے سوا اور کوئی جائے پناہ ہے اور کیا ایسا کوئی خدا سے ڈرے۔ والا مظلوم و بیکس ہے جو خدا سے اپنی فریاد چاہتا ہو قریش کی یہ آرزو ہے کہ ہم مکہ چھوڑ کر ترک وطن کر جائیں۔ اے گروہ قریش تمہاری یہ آرزو بالکل غلط ہے۔ بیت اللہ کی قسم ہم مکہ کو چھوڑ کر کبھی نہ جائینگے تم یونہی کڑھتے رہوگے۔ بیت اللہ کی قسم تمہاری یہ خواہش غلط ہے۔ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا بغیر مقابلہ کے تمہارے حوالہ کر دینگے جب تک ہمارے چھوٹے بچے بیویاں اونپر قربان نہ ہو جائیں وہ تمہارے حوالہ

نہیں بیکے جائیں گے ہاں دل کھول کر مقابلہ ہو جائے اگر یہی روش رہی تو یاد رکھو
ہماری تلواریں تمہارے سروں پر ہوں گی قوم پر تعجب ہے وہ اپنے ایسے محافظ مددگار کو چھوڑ
رہی ہے جو سچا وفادار ہے اور انتہائی کریم النفس ہے جسکے واسطے سے بارش
کی دعا مانگی جاتی ہے جو یتیموں کا والی اور بیوہ عورتوں کا سرپرست ہے۔ میرے
عمر کی قسم اسید اور اس کے بڑے بیٹے نے ہماری عداوت میں برابری کا حصہ لیا ہے
ان دونوں نے اُبی اور عبد یغوث کی فرماں برداری میں ہماری بیگناہی کا خیال کو بھلا دیا ہے
قریش کے یہ خاندان ہمارے خلاف سرگوشیاں کرتے پھرتے ہیں۔ ابو الولید عتبہ بن ربیعہ سے
اوس کے مکر و فریب کو قطع نظر کرتے ہوئے اگر کوئی پوچھے کہ اسکی کوشش سے ہمکو کیا
بھلائی پہنچی تو اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ سمجھدار سنجیدہ ہے جاہل و ناکارہ نہیں
پھر کیوں تیرے پیچھے ہٹتا ہے اے عتبہ اگر تو ایسا ہی ہے تو ہمارے خلاف کینہ پرور حاسد
اور تکلیف رساں افراد سے اتحاد تو نہ کر شکر باد شاہ کی طرح ابو سفیان اعراض کرتا ہوا نجد کی
طرف چلدیا اور اپنی خباثت نفس کو چھپاتے ہوئے ہمارا ناصح شفیق بنتا ہے

اے بنی عبد مناف تم اپنی قوم میں سب سے بہتر ہو تم سفلوں کو ساتھی نہ بناؤ میں قسم کھا کر
کہتا ہوں حقیقتاً تم سست بن کر نصب العین کے خلاف کام کر رہے ہو پہلے تم متحد ہو کر کھانا
پکاتے اور کھاتے تھے لیکن اب اپنی ہانڈیوں کے لیئے جدا جدا انتظام کرتے ہو قریش
کے ذمہ جو خدمات ہیں ان میں سقایہ ہمارے سپرد ہے اور غالب بن فہر کی اولاد میں
ہم معتدر شریف جیسے صیقل شدہ تلواریں ہاتھوں میں نمایاں ہو جاتی ہیں اسیطرح
قوم میں ہم بھی نمایاں ہاشمی ہیں ہم وہ ہیں جن کو کسی کا خون بہانہ دینا پڑا نہ کسی کو مارا
قتل نہ مصیبت کے وقت ذلیل لوگوں کے حلیف ہوئے میں قسم کھا کر کہتا ہوں

مجکو احمد سے اس قدر محبت ہی کہ میں اسکا سچا جاں نثار ہوں خدا کرے کہ احمد دنیا
والوں کے لیئے باعث رحمت ہو اور اہل دنیا اپنی مشکلات میں اسکو اپنا والی بنائیں
کیا اس جیسا اب کوئی بھی صاحب خیر ہے جو حکم منتخب ہو سکے وہ حلیم رشید فہیم
ہے جلد باز نہیں ہی اس کا والی ایسا معبود ہے جو اس سے کسی لمحہ بھی غافل نہیں ہی
بخدا اگر میری وجہ سے شیوخ و قبائل کو عار نہ ہوتی تو میں ہر حال میں اسکا پیرو ثابت
ہوتا گویہ لوگ خوب سمجھہ چکے ہیں کہ ہمنے اس امر کے کو نہیں جھٹلایا - ہم میں احمد ایسی
اصل سے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ہر بلند مرتبہ ہر حیثیت سے شرف میں کم ہے ۔
ان کی حفاظت میں ہم نے اپنی جانوں کو آڑ بنا دیا ہے اور اپنے سینہ کو انکا سپر
بنا رکھا ہے پس خدا اپنی مدد سے ان کی تائید فرمائے اور اس نہ مٹنے والے
دین کو غالب کرے بنی کعب اگرچہ باعتبار اصل بنی لوی سے ہیں لیکن یہہ ضروری
ہے کہ ایک نہ ایکدن یہہ متفرق ہو جائیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت
کی وجہ سے یہہ ہلاک ہو جائیں گے ۔

یہہ قصیدہ بے حد مشہور ہے اور اس کے ایک دو شعر کا ثبوت کتب
حدیث سے بھی ہوتا ہے چنانچہ معرکہ بدر میں جب عتبہ حضرت حمزہ رضا اور
ولید حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابل ہوئے اور دونوں مارے گئے لیکن
عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا حضرت علی مرتضی
رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کیا اور عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کندھے پر
اٹھا کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے عبیدہ رضی اللہ عنہ
نے عرض کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا حضور نے فرمایا نہیں تمنے

شہادت پائی عبیدہ نے کہا آج ابو طالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

وَنُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ ۔ وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

یعنی ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب انکے گرد لڑ کر مر جائیں اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جاتے ہیں

(زرقانی)

دوسرا شعر

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ۔ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

یہ بھی بے حد مشہور ہے بہر نوع اس قصیدہ کے اکثر و بیشتر اشعار مشہور و زبان زد تھے اور اس سے ابو طالب کے جذبات کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

کفار قریش ابو طالب کے ان حالات و واقعات سے اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ اب براہ راست بارگاہ رسالت میں اپنا ایک سفیر جس کا نام عتبہ تھا بھیجا جس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے میرے بھتیجے اگر تم کو حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو عرب کا بادشاہ بنائے دیتے ہیں جو چاہو سو کرنا اگر دولت کی خواہش ہے تو ہم مال و دولت جمع کئے دیتے ہیں اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے تو کہو تمہارا علاج کیا جائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکومت و عزت مال و دولت کی خواہش نہیں نہ میرے دماغ میں کچھ خلل ہے پھر قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا

یُوْمِنُوْنَ۔ قرآن مجید کا عتبہ پر غیر معمولی اثر ہوا وہ خاموش اٹھکر چلدیا۔
قریش عتبہ کے منتظر تھے کہا کیا کر آئے بولا میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں نہ شعر ہے
نہ جادو ہے نہ منتر ہے اگر میری رائے مانو تو محمدؐ کو اس کے حال پر چھوڑ دو سب
سنکر بولے لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادو چل گیا۔ جب اس طریقہ سے بھی مایوس
ہوئے تو پھر سب متفق ہو کر ابو طالب کے پاس آئے اور کہا تمہارے بھتیجے سے ہم
تنگ آ گئے اب ہم صبر نہیں کر سکتے مناسب یہی ہے کہ تم اسکو خاموش رہنے کی ہدایت
کر دو ورنہ ہم سب ملکر اسکو جان سے مار ڈالینگے اور پھر تم اسکیلئے ہمارا کچھ نہیں
کر سکتے سارے ملک اور قوم کی عداوت دیکھ کر ابو طالب پریشان ہوئے انہوں نے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا جان برادر قوم یہ یہ شکایت کرتی ہے اس
لئے تم احتیاط کرو اور میں امید کرتا ہوں کہ تم خود کو اور مجھکو نا قابل برداشت تکلیف
سے باز رکھو گے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر یہ خیال ہوا کہ ابو طالب اب اپنے
خیال میں کمزور ہو گئے۔ آپ نے فرمایا چچا اگر یہ لوگ سورج میرے دہنے ہاتھ پر اور
چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھدیں تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹونگا خواہ میری
جان ہی جاتی رہے یہ فرماکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر
آئے اور آپ وہاں سے واپس ہونے لگے ابو طالب نے فوراً آواز دی کہ اے
بھتیجے یہاں آؤ تم اپنا کام کرو خدا کی قسم میں بھی تمہارا ساتھ کبھی نہ چھوڑونگا۔
ان حالات سے قریش مکہ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ ابو طالب کسی طرح حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ قولاً و عملاً نہیں چھوڑ سکتے تو باہمی مشورہ سے اسکو
طے کیا کہ ابو طالب اور ان کے خاندان سے ترک تعاون کیا جائے اس لیئے

ایک معاہدہ منصور ابن عکرمہ نے لکھا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے نہ قرابت
کرے گا اون کے ہاتھ خرید و فروخت ہو سکتی نہ اون کے پاس کہانے کا سامان جانے
دیا جائے گا اور ان کو شعب ابی طالب یعنی خاندان بنی ہاشم کا جو درہ کوہی تھا
اسمیں محصور کر کے اس طرح تباہ و برباد کر دیا جائیگا جب تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دیں یہ معاہدہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکا یا گیا ابو طالب مجبور
ہو کر تمام بنی ہاشم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر اس درہ کو میں تشریف
لے گئے تقریباً تین سال تک وہاں محصور رہے اور یہ زمانہ ایسا سخت گذرا ہے
کہ درخت کی پتیاں کہا کہا کر بنی ہاشم گذر کرتے تھے بچے جب بھوک سے روتے تھے
اور بلکتے تھے تو کفار قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے حضرت سعد بن وقاص کا بیان ہے
کہ ایک دفعہ رات کو سوکہا ہوا چمڑا ہاتھ آگیا میں نے اوسکو پانی سے دھو کر پھیر
آگ پر بھونا اور پانی میں ملا کر کھالیا حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم ابن حزام نے تھوڑے
سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہ کے پاس بھیجے ابو جہل نے دیکھا اور
چھیننا چاہا اوس پر ابو البختری نے ڈانٹا اور کہا اپنی پھوپی کو بھتیجا اگر کچھ بھیجتا ہے
تو تو کیوں روکتا ہے حج کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس درہ سے برآمد ہو کر
کبھی کبھی توحید پر وعظ فرماتے تو ابو لہب صبح سے شام تک پیچھے پیچھے پھرا کرتا اور
یہ کہتا جاتا لوگو یہ دیوانہ ہے اسکی بات نہ ماننا جو اسکی بات سنے گا یا مانے گا وہ
تباہ و برباد ہو جائے گا تین برس تک مصیبتوں کا ہجوم رہا بالآخر انہیں مشرکین
میں یہ خیالات پیدا ہوئے کہ اس معاہدہ کو توڑ دیا جائے ہشام مخذومی عبد المطلب
کے نواسے زہیر کے پاس گیا اور کہا کیوں زہیر تمہیں یہ پسند ہے کہ تم کہانا کہاؤ اور

وكانت كفافا وقعة باثيمة ... ليقطع منها ساعد ومقلد

ونظعن اهل المكتين فيهربوا ... فرائصهم من خشية الشر ترعد

ويترك حراث يقلب امره ... ايتهم فيها عند ذاك وينجد

وتصعد بين الاخشبين كتيبة ... لها حرج سهم وقوس ومزهد

فمن ينش من حضار مكة عزه ... فعزتنا فى بطن مكة اتلد

نشأنا بها والناس فيها قلايل ... فلم تنفكك نزداد خيرا ونحمد

ونطعم حتى يترك الناس فضلهم ... اذا جعلت ايدى المفيضين ترعد

جزى الله رهطا بالحجون تتابعوا ... على ملأ يهدى لحزم ويرشد

قعودا لدى حطم الحجون كانهم ... مقاولة بل هم اعز وامجد

اعان عليها كل صقر كانه ... اذا ما مشى فى رفرف الدرع اجرد

جرئ على جل الخطوب كانه ... شهاب بكفى قابس يتوقد

من الاكرمين من لوئ بن غالب ... اذا سيم خسفا وجهه يتربد

طويل النجاد خارج نصف ساقه ... على وجهه يسقى الغمام ويسعد

عظيم الرماد سيد وابن سيد ... يحض على مقرى الضيوف ويحشد

ويبنى لابناء العشيرة صالحا ... اذا نحن طفنا فى البلاد ويمهد

الظ بهذا الصلح كل مبرئ ... عظيم اللواء امره ثم يحمد

قضوا ما قضوا فى ليلهم ثم اصبحوا ... على مهل وسائر الناس رقد

هم رجعوا سهل بن بيضاء راضيا ... وسر ابو بكر بها ومحمد

متى شرك الاقوام فى جل امرنا ... وكنا قديما قبلها نتودد

وکنا قدیما لا نقر ظلامۃ ‖ وندرک ما شئنا ولا نتشدد
فیال قصی ھل لکم فی نفوسکم ‖ وھل لکم فیما یجیئ بہ غد
فانی وایاکم کما قال قائل ‖ لدیک البیان لو تکلمت اسود

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں جناب ابو طالب کا ترجمہ لکھا ہے اس میں ان کی بعض روایات بھی نقل کی ہیں مکہ مکرمہ میں قبل ہجرت چونکہ ان کا انتقال ہو گیا تھا اور احکام شرع کی تہذیب اسی حد تک تھی جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں اس لیئے ان روایات سے جو باتیں اخذ کیجاتی ہیں وہ تہذیب و اخلاق کے متعلق یا تصدیق رسالت کے متعلق ہیں ۔

خطیب نے کتاب روایۃ الاباعن الابناء میں بطریق احمد بن الحسن المعروف بہ دبیس روایت کی ہے ۔

حدثنا محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم العلوی حدثنی عم ابی الحسین بن محمد عن ابیہ موسےٰ بن جعفر عن ابیہ عن علی بن الحسین عن حسین بن علی قال سمعت ابا طالب یقول حدثنی محمد بن اخی وکان واللہ صدوقاً قال قلت لہ بما بعثت یا محمد قال بصلۃ الارحام واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ قال الخطیب لم اکتبہ بھذا الاسناد الا عن ھذا الشیخ ودبیس المقری صاحب غرائب وکثیر الروایۃ للمناقد ۔

دوسری روایت ۔

وقال الخطیب ایضاً اخبرنا ابو نعیم حدثنا محمد بن فارس بن جندان حدثنا علی بن سراج البرقعیدی حدثنا جعفر بن عبد الواحد القاص قال قال لنا محمد بن عباد عن اسحٰق بن عیسیٰ من عمھا جسر مولی بن نوفل سمعت ابا رافع انہ سمع ابا طالب یقول حدثنی محمدان اللہ

امرہ بصلۃ الارحام وان یعبد اللہ وحدہ لا یعبد معہ احد و محمد عندی صدوق امین

قال الخطیب لا یثبت ہذا الحدیث اہل بالنقل وفی اسناد غیر واحد من المجہولین و جعفر ذاہب الحدیث اصابہ صفحہ ۱۱۹ جلد ۴

نوٹ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اصابہ میں بحوالہ خطیب جو دو روایتیں ابوطالب کی بیان فرمائی ہیں فی الحقیقت یہ لحاظ سند و تخریج یہ روایتیں موضوع و ناقابل اعتبار ہیں چونکہ جعفر بن عبد الواحد و احمد بن الحسن کے متعلق متفقہ رائے ہے کہ یہ وضاع و کذاب ہیں علاوہ ازیں اسی دور میں سلسلہ روایت بایں طور قائم ہی نہیں ہوا تھا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابوطالب کے خیالات یہ ہی تھے یعنی وہ حضور انورؐ کو صادق امین یاد کرتے تھے صلہ رحمی و توحید ان کے اقوال و افعال سے ثابت ہوتی ہے اس لیے ان روایات سے استدلال بے محل و غلط ہے۔

وفات ابی طالب

شعب ابی طالب کی واپسی کے بعد ابوطالب بیمار ہوئے اور چونکہ ان کی عمر تقریباً ۸۶ سال ہو چکا تھا اس لیے انہیں اپنی زندگی کی توقع نہیں رہی انھوں نے تمام اکابر قریش کو جمع کیا اور پھر یہ وصیت کی۔ (تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۳۰۰)

وصیت نامہ

یا معشر قریش انتم صفوۃ اللہ من	جماعت قریش تم برگزیدہ خلائق ہو عرب کے

خلقه وقلبا العرب فيكم السيد
المطاع وفيكم المقدام الشجاع و
الواسع الباع واعلموا انكم لم تتركوا
العرب فى المآثر نصيبا الا احرزتموه
ولا شرفا الا ادركتموه فلكم
بذلك على الناس الفضيلة وهم
به اليكم الوسيلة والناس لكم
حرب وعلى حربكم الب وانى
اوصيكم بتعظيم هذه البنية يعنى
الكعبة فان فيها مرضات للرب
وقواما للمعاش وثباتا للوطأة
وصلوا ارحامكم فان فى صلة
الرحم منساة اى فسحة فى الا
جل وزيادة فى العدد واتركوا
البغى والعقوق ففيهما هلكت
القرون قبلكم اجيبوا اجيبوا
الداعى واعطوا السائل فان فيهما
شرف الحيات والممات وعليكم
بصدق الحديث واداء الامانة

سردار۔ قابل اطاعت اور بہادر ہیں ایب
سے ہوتا ہے تم خوب جانتے ہو کہ عرب کی خوبیوں
میں سے تم نے ایسی کوئی بات نہیں چھوڑی جو جمع
نہ کر لی ہو اور کوئی ایسی بزرگی بھی نہیں باقی جو تم کو
نہ ملی ہو اسی لئے تم لوگوں پر فضیلت رکھتے ہو
اور لوگ تمہارا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور دوسری جماعتیں
تمہاری آفات حرب ہیں میں تمہیں اس مکان یعنی
کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس میں
پروردگار عالم کی خوشنودی ہے جو روزی کا سہارا
اور اسباب معاش کا سلسلہ ہے صلہ رحمی اختیار کرو کیونکہ
صلہ رحمی میں عمر کی زیادتی اور نسل کی وسعت ہے۔
بغاوت اور نافرمانی ترک کرو کہ انہیں دو چیزوں
کی وجہ سے تم سے پہلے بہت سے ہلاک ہو چکے
ہیں ہمیشہ دعوت کرنے والے کی سنو
اور سائل کی حاجت پوری کرو کیونکہ انہیں
دو باتوں میں شرف حیات و ممات ہے
سچ بولتے رہنا اور امانت ادا کرتے
رہنا ان دونوں باتوں کی وجہ سے
خواص سے محبت اور عوام میں عزت

فان فيها محبة في الخاص ومكرمة
في العام واوصيكم بمحمد خيرا فانه
الامين في قريش والصديق في العرب
وهو الجامع لكل ما اوصيتكم به
وقد جاء بامر قبله الجنان و
انكره اللسان مخافة الشنآن
وايم الله كاني انظر الى صعاليك
العرب واهل الاطراف و
المستضعفين من الناس قد
اجابوا دعوته وصدقوا كلمته
وعظموا امره فخاض بهم
في غمرات الموت فصارت
رؤساء قريش وصناديدها
اذنابا ودورها خرابا وضعفاؤ
ها اربابا واذا اعظمهم عليه
احوجهم اليه وابعدهم منه
احظاهم عنده قد
محضته العرب ودادها و
اعطته قيادها يا معشر قريش

ہوتی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
میں میں تمکو وصیت کرتا ہوں کیوں کہ وہ قریش
کے امین ہیں اور تمام عرب میں سچے اور جن باتوں
کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے وہ سب
انہیں موجود ہیں وہ ایک ایسا امر لے کر آئے
ہیں جسے دل قبول کرتا ہے لیکن زبان طعنوں
کی وجہ سے انکار کرتی ہے۔ خدا کی قسم گویا
میں دیکھتا ہوں کہ عرب کے فقیر قرب وجوار کے
باشندے اور کمزور افراد ان کی منادی قبول
کر چکے ہیں اور ان کے کلام کو سچا مان لیا ہے
اور وہ انکو لے کر موت کے بھنور میں کود پڑے
ہیں وہ لوگ قریش کے سردار بن چکے اور قریش
کے سردار سب ادنی درجے کے ہوگئے اور جو
زبردست تھے زیردست بن گئے۔ جو لوگ خود کو
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر سمجھے تھے اب انکے
محتاج ہوگئے اور جو ان سے بعید تھے قریب ہوگئے
اعراب نے انکی خالص دوستی اختیار کرلی ہے اور خود کو
ان کے اختیار میں چھوڑ دیا ہے پس اے
گروہ قریش انکے دوست بنجاؤ اور انکی گروہ کے حامی رہو

كونواله ولاة ولحزبه حماة
وفي رواية دونك وابن ابيكم
كونواله ولاة ولحزبه حماة والله
لايسلك احد سبيله الارشد
ولاياخذ احد بهديه الاسعد
ولوكان لنفسي مدة ولاجلي
تاخير لكففت عنه الهزاهز و
لدفعت عنه الدواهي وقال
لهم مرة لن تزالوا بخير ما سمعتم
من محمد وما اتبعتم امره فاتبعوه
ترشدوا ۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تمہیں اور
تمہارے بھائیوں پر لازم ہے کہ ان کے اور
انکی جماعت کے حامی رہو خدا کی قسم ایسا کوئی
نہیں ہے کہ جو ان کے راستہ پر چلے اور فلاح
نہ پائے اور انکا ہدیہ قبول کرے اور سعید نہ
ہو جائے۔ کاش میری زندگی اور ہوتی اور میری
موت کچھ دیر کرتی تو میں ہر قسم کی تکالیف و مصائب
آپ سے دفع کرتا۔ یاد رکھو جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنتے رہوگے ان کے احکام کی پیروی کرتے
جاؤگے تمہارے لیئے ہر طرح کی بہتری ہوگی پس
دیکھو انکی اطاعت کرنا۔ ہدایت پاؤگے۔

اور یہ دو اشعار بھی منقول ہیں

ودعوتني وعلمت انك صادق ۔ ولقد صدقت فكنت قبل امينا
تو نے مجھے بلایا ہے میں پہلے سے ہی تجھے سچا جانتا ہوں ۔ بیشک تو سچا ہے اور پہلے سے امین ہے

ولقد علمت بان دين محمد ۔ من خير اديان البرية دينا
میں خوب جانتا ہوں کہ محمد کا دین ۔ دنیا بھر کے دینوں میں بہتر ہے

سنہ نبوی میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے
کہ ابو طالب کا جنازہ دیکھکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا
تم نے خوب حق ادا کیا خدا اسکا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سے مروی ہے کہ جب میں نے وفات ابی طالب کی اطلاع بارگاہ نبوی میں کی ارشاد ہوا جاؤ ان کو غسل دو اور ان کے کفن کا انتظام کرو خدا ان کی مغفرت کرے اور رحم فرمائے۔ (تاریخ خمیس صفحہ ۳۰۱ جلد اول)

اسی سال حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوا اور اس سال کا نام ان حوادث کی وجہ سے عام الحزن رکھا گیا۔

بعثت سے پہلے عرب کی مذہبی حالت

نزول قرآن مجید کے وقت عرب میں مختلف مذاہب تھے۔ یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی صابئی۔ اور مشرکین۔ حنیفی۔

یہودیت زیادہ تر مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں پھیلی ہوئی تھی مصر اور اس کے نواح میں عیسائیت کا زور تھا۔ ایران کا قدیم مذہب مجوسیت ہے اور یہ مذہب ایران کے نواح میں پھیلا ہوا تھا۔ قرآن مجید میں صابئی مذہب کا ذکر سورہ بقرہ مائدہ اور حج میں آیا ہے اور واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صابئی قوم کی ہدایت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام مامور ہوئے۔

شرک

عرب میں سب سے زیادہ شرک رائج تھا وہ زیادہ تر ہر قسم کے دیوی اور دیوتاؤں کے قائل تھے بتوں کو سجدے کرتے تھے جنات اور فرشتوں کو نذریں چڑھاتے تھے تاہم ان کا خیال ہوتا کہ ہم ان کی عبادت اور پرستش اس لیے کرتے ہیں کہ وہ

خوش ہو کر اللہ کو ہم سے راضی رکھیں قرآن مجید میں اسکی تصریح یوں فرمائی ہے۔

قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝

کہہ واسطے کس کے ہے زمین اور جو کوئی بیچ اس کے ہے اگر ہو تم جانتے۔ شتاب کہیں گے واسطے اللہ کے۔ کہہ کیا پس نہیں نصیحت پکڑتے۔ کہہ کون ہے پروردگار آسمان ساتوں کا اور پروردگار عرش بڑے کا شتاب کہیں گے واسطے اللہ کے کہہ کیا پس نہیں ڈرتے۔ کہہ کون شخص ہے کہ بیچ ہاتھ اوس کے کے ہے بادشاہی سب چیز کی اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی نہیں پناہ دیتا اوپر اوس کے اگر ہو تم جانتے البتہ کہیں گے واسطے اللہ کے کہہ پس کہاں سے سحر کیے جاتے ہو

سورہ یونس میں فرمایا ہے

وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

کون شخص نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی۔ پس البتہ کہیں گے اللہ۔ پس کہہ آیا پس نہیں ڈرتے۔

مشرکین کو اس بات سے نفرت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خدا کا نام کیوں لیتے ہیں اس کے ساتھ دیوتاؤں کو شریک کیوں نہیں کرتے اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ فی الحقیقت ان کا اعتقاد یہ

تھا کہ خدا کا وجود مسلم ہے لیکن ایسے وسائل ضرور ہونے چاہئیں جو اللہ کے سفارشی بنے اور خدا سے قریب کردے یقولون ھٰؤلاءِ شُفَعَاءُنَا عِنْدَ اللّٰہِ اور مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی مشرکین بھوت اور جنات کے بھی قائل تھے اون سے دہائی مانگتے تھے اور ان کے غضب سے ڈرتے تھے۔ وَ اِنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْھُمْ رَھَقًا مٹی پتھر لکڑی اور دھاتوں کی مورتیں بھی بنائی جاتی تھیں ان کی پوجا ہوتی تھی اور ان کے سامنے پانسے پھینکے جاتے تھے۔ لات اور عزیٰ قریش کے دیوتا تھے سونے سے پہلے ان کی پوجا ہوتی تب قریش سوتے انہیں کی قسم کہائی جاتی تھی۔ انصار کا تعلق منات سے تہا یہ حج میں اسی کا طواف کرتے تھے۔ بعل کی پرستش شام میں ہوتی تھی۔ سواع کی پرستش ہذیل کیا کرتے تھے یغوث بنی غطیف کے قبیلوں کا دیوتا تھا۔ عرب کا مشہور دیوتا ہبل جو قریش کا بہت بڑا خدا تھا اصل میں بعل ہے عمر بن لحی شام کے بتوں کو جب عرب لیکر چلا تو بعل سے اسکا نام ہبل ہوگیا۔ لات گول سفید پتھر تھا اور اوس پر ایک عمارت بنی ہوئی تھی۔ عزیٰ بھی درخت کے نیچے ایک بت بنا کر رکھدیا گیا تھا منات صرف پتھر کی ایک چٹان تھی جنگ اُحد میں جب مسلمان پسپا ہوئے تو ابو سفیان نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے عزیٰ کی جے بولی تھی بایں الفاظ۔ لنا العزیٰ وَلا عزیٰ لکم۔ یعنی ہمارے لئے عزیٰ تمہارے واسطے [illegible] جس کا جواب یہ دیا گیا تھا۔ اللہ مولٰنا ولا مولیٰ لکم یعنی اللہ ہمارا مولا تمہارا کوئی مولا نہو۔ قریش طواف کے وقت کہا کرتے تھے۔

اللات والعزیٰ ومنات الثالثۃ الاخریٰ تلک الغرانیق العلیٰ وان

شفاعتھن لترتجی۔
شرک کا عام رواج ہو چکا تھا لیکن ایسے افراد بھی پائے جاتے تھے کہ حتی الوسع شرک سے بچتے تھے گو وہ کسی مذہب سے واقف نہ تھے لیکن حق کی جستجو اور تلاش میں سرگردان تھے زمانہ جاہلیت میں ایسے متعدد شعرا نظر آتے ہیں کہ جن کی شاعری میں اس قسم کے خیالات نظر آتے ہیں۔ مثلاً لبید۔ زہیر۔ قس۔ ابن ساعدہ۔ بعض ایسے افراد بھی تھے جو بت پرستی سے بیزار ہو کر حق پرستی کی تلاش میں تھے لیکن شرک کے استیلا و غلبہ سے صحیح راستہ مل جانا دشوار ہو گیا تھا۔ اسلام کوئی جدید مذہب نہیں تھا اور نہ ہے بلکہ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا اسی کا نام دین ہے اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہی تعلیم رہی کہ بنی نوع انسان ایک ہی دین پر قائم ہو جائیں۔

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝

یہ ہے ذکر اون لوگوں کا کہ ساتھ میرے ہیں اور ذکر اون لوگوں کا کہ مجھسے پہلے تھے بلکہ اکثر اونکے نہیں جانتے حق کو پس وہ منہ پھیرتے ہیں اور نہیں بھیجے ہمنے تجھسے پہلے پیغمبر مگر وحی کرتے تھے ہم طرف اوس کے یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر میں پس عبادت کرو مجھکو۔

قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ اصل دین توحید ہے اور تمام انبیا علیہم السلام نے اسکی تعلیم دی ہے جس قدر عقائد اور اعمال اس کے خلاف اختیار کیے گئے ہیں وہ سب غلط اور ناقابل عمل ہیں دین تو فی الحقیقت ایک ہی ہے لیکن ہر جماعت کے لیئے ایک شریعت اور منہاج جدا ہے۔

لکل جعلنا منکم شرعتا و منھاجا - وہ لوگ جو کسی شریعت پر ایمان لا چکے تھے
اور اوس پر ثابت قدم رہے عام اس سے کہ وہ یہودی ہوں یا نصاریٰ - اپنے
اپنے نبی کے دین میں اونکا ثبات اور استقلال باعث نجات ہے -

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝	تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور جو لوگ کہ یہودی ہوئے اور بے دین اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور کام کرے اچھے پس نہیں خوف اوپر اون کے اور نہ وہ غم کھاویں گے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز اس سے ہوا کہ یہ کفر و شرک کے جس قدر راستے
پیدا کر لیے گئے ہیں یہ سب مٹا دئے جائیں اور اوسی ایک راستہ کی دعوت دی
جائے جو انبیائے سابقین پیش فرما چکے ہیں -

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰۤی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ۝	مقرر کیا ہے واسطے تمہارے دین سے وہ چیز کہ حکم کیا تھا ساتھ اوس کے نوح کو اور جو وحی کی ہے ہم نے طرف تیرے اور جو حکم کیا تھا ہم نے ساتھ اوسکے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو دین کو اور مت متفرق ہو -
اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝	تحقیق اللہ پروردگار میرا ہے اور پروردگار تمہارا پس عبادت کرو اسکی یہ ہے راہ سیدھی -

قرآن مجید میں اس بات کا بار بار طبقہ کے صلہ کا اعتراف فرمایا ہے کہ جو اپنے مذہب

پر قائم تھے اور ان کی اعتقادی کیفیت صحیح تھی وہ مشرک نہ تھے موحد تھے
اور اخلاق صالحہ کے خوگر۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	وہ سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ
أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ	سیدھی راہ پر بھی ہے وہ پڑھتے ہیں اللہ کی آیتیں
آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ	راتوں کے وقت اور سجدے کرتے ہیں اللہ
يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ	پر یقین لاتے ہیں اور پچھلے دن پر اور حکم کرتے ہیں
يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ	اچھی بات کا اور منع کرتے ہیں بری بات سے
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ	اور نیک کاموں کی طرف دوڑتے ہیں اور
وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَمَا	وہ لوگ نیک بختوں میں ہیں اور جو کریں گے نیک
يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ	کام تو وہ نا مقبول نہ ہوگا اور اللہ خوب جانتا
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝	ہے پرہیزگاروں کو۔

اخلاقی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو انسانی حقوق کے لئے ایام جاہلیت میں کوئی
ضابطہ نہ تھا قتل انسان تصرف ناجائز مدخلت بیجا بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا یہ معمولی
باتیں تھیں۔ شراب اور جوا انکی گھٹی میں پڑچکا تھا غرضکہ جتنے فواحش ہو سکتے ہیں
اون سب کے وہ خوگر تھے ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم کو عبد المطلب
اور ان کے خاندان پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہو جاتا ہے۔

بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی
بن غالب قریش کے تفصیلی حالات کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم صرف ہاشم اور ان
کے خاندان کے حالات زندگی کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے بنی ہاشم کا کارنامہ

واضح ہو سکے۔ عبد مناف کے چھ بیٹے تھے ان میں مشہور و معروف ہاشم اور امیہ
توام پیدا ہوئے اسطرح کہ ایک کی انگلی دوسرے کی پیشانی سے چسپاں تھی جب
اون کو جدا کیا گیا تو خون جاری ہو گیا لوگوں کو خیال ہوا کہ ان دونوں میں خونریزیاں
ہوں گی۔ جب ہاشم اپنے باپ کے قائم مقام ہوئے تو امیہ کے دل میں رشک
پیدا ہوا یہ ہی پہلی عداوت ہے جو امیہ اور ہاشم میں پیدا ہوئی۔ ہاشم نے خانہ کعبہ
کی اصلاح و درستی کی طرف توجہ کی۔ سقایہ۔ رفادہ اور ایسے ہی خدمات مذہبی
بنی ہاشم کے قبضہ میں آگئیں۔ جن کی مصلحانہ خدمات پر اون کو قوم نے ایلاف
قریش اور داب قریش کا لقب دیا۔ ایک بار مکہ میں قحط پڑا ہاشم نے شوربا اور روٹیاں
چورہ کر کے تقسیم کیں۔ عربی میں چورہ کرنے کو ہشم کہتے ہیں جسکا اسم فاعل
ہاشم ہے اسی وجہ سے انکا نام ہاشم ہو گیا۔ امیہ کی مخالفت ہاشم کے ساتھ
مستقل رہی لیکن اس مخالفت کی وجہ سے ہاشم کے اقتدار کو کوئی نقصان نہیں پہونچا
ہاشم نے اپنی وفات کے قریب اپنے بھائی مطلب کی جانشینی کے لیئے
وصیت کی تھی لیکن مطلب بھی زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے اس لیئے
یہ بار گراں عبد المطلب بن ہاشم کے حصہ میں آیا عبد المطلب کا اصلی نام شیبہ تھا
وہ پیدا ہوئے تو اونکے سر میں بھورے بال تھے اس وجہ سے اُن کا نام
شیبہ ہوا۔ قریش نے ان کی وجاہت و شوکت کی وجہ سے انکو شیبۃ الحمد کا
خطاب دیا لیکن بالعموم ان کو عبد المطلب ہی کہا جاتا تھا عبد المطلب کا بڑا
کارنامہ یہ ہے کہ زمزم ایک عرصہ سے پٹ چکا تھا انہوں نے اسکا پتہ لگایا
اور نئے سرے سے تعمیر کرایا تا زمزم سلسلہ ابراہیمی کی قدیم یادگار رہے اس لیئے

عبدالمطلب اس فکر میں رہا کرتے تھے طبقات کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

زمزم خدا کی ایک نعمت ہے وہ پٹ چکا تھا خدا نے اسکا صحیح مقام عبدالمطلب کو خواب میں دکھایا کہ وہ اسکو صاف کرا دیں۔

ابن ہشام نے اس واقعہ کی تفصیل اسطرح بیان کی ہے

فغدا عبدالمطلب ومعه ابنه الحرث	عبدالمطلب اپنے بیٹے حرث کے ساتھ آئے
وليس له يومئذ ولد غيره فوجد قرية	اسوقت حرث کے سوا اور کوئی ان کا بیٹا
النمل ووجد الغراب ينقر عندها	نہ تھا تو انھوں نے مابین اساف (بت صفا)
بين الوثنين اساف ونائلة اللذين	و نائلہ (بت مروہ) کے چیٹیوں کے گھر کے
كانت قريش تنحر عندهما ذبائحها	پاس کوہ کو چونچ سے زمین کھودتے دیکھا
فجاء بالمعول وقام ليحفر حيث امر	یہ وہی جگہہ تھی جہاں قریش اپنی قربانیاں ذبح
فقامت اليه قريش حين رأوا جده	کرتے تھے لہذا یہ کدال لائے تاکہ جہاں کھودنے کا حکم ہے
فقالوا والله لا نترك تحفر بين	اسکی تمیل کریں جب قریش نے ان کی یہ کوشش دیکھی تو کہنے
وثنينا هذين اللذين تنحر عندهما	لگے خدا کی قسم اس جگہہ ہمارے بتوں کے درمیان جہاں
فقال عبدالمطلب لابنه الحرث	قربانی کیجاتی ہے ہرگز نہ کھودنے دیں گے تو عبدالمطلب نے
دعني حتى احفر فوالله لامضين	اپنے بیٹے حرث سے کہا بولے مت میں تو کھودونگا
لما امرت به فلما عرفوا انه غير	اور خدا کی قسم مجھے جو حکم دیا گیا ہے اوسکی
نازع خلوا بينه وبين الحفر وكفوا	تعمیل کرونگا۔ جب قریش نے دیکھا
عنه۔	کہ یہ کچھ جھگڑا نہیں کرتے تو چپکے رہے
فلم يحفر (عبدالمطلب) الا يسيراً	اور ان کو کھودنے دیا تھوڑی ہی دیر

حتی بدا له الطی فکبر و اعرف انه قد
صدق فلما تمادی به الحفر وجد
فیها غزالین من ذهب هما الغزالان
اللذان دفنت جرهم فیها حین خرجت
من مکة و وجد فیها اسیاف قلعیة
وادراعا فقالت له قریش یا عبد المطلب
لنا معك فی هذا شرك وحق قال لا
ولکن هلم الی امر نصف بینی و بینکم
سیرت ہشام جلد اول صفحہ ۹۲ مطبوعہ مصر۔

عبد المطلب نے کھودا تھا کہ ہرن دکھنے لگا
تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور سمجھے کہ جو
کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ سب صحیح ہے
پھر جب کھدائی جاری رکھی تو دو ہرن سونے
کے جن کو قبیلہ جرہم نے مکہ سے جاتے وقت
دفن کیا تھا یہ اور صیقل شدہ تلواریں اور زرہیں نکلیں
اب تو قریش نے کہا کہ عبد المطلب اس مال میں
ہم بھی تمہارے شریک ہیں اور ہمارا بھی حق ہے انھوں
کہا نہیں البتہ یہ کرو کہ ہم تم آدھا آدھا کر لیں۔

ابن سعد کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب عبد المطلب نے کنواں کھودا
تو اس میں سے سونے کے دو ہرن اور تلواریں برآمد ہوئیں۔ ان اشیاء پر قرعہ
اندازی کی گئی یہ چیزیں کعبہ کے نام نکلیں وہیں لٹکا دی گئیں یہاں تک کہ
قریش کے تین آدمی چرا کر لے گئے عبد المطلب کے پیش نظر آثار ابراہیمی کا
احیا رہا۔ خانہ کعبہ کی خدمت انھیں کے ذمہ تھی، لیکن قریش اور
ہموطن قبائل کو ان سے اس سیادت پر ناگواری تھی عبد المطلب کا اس
سلسلہ میں یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا ان کو
دس بیٹے عنایت فرمائے گا تو وہ ایک بیٹے کو خدا کے نام پر قربان
کر دیں گے۔ چنانچہ خدا نے اس ارادے کو پورا کیا۔ حارث۔ زبیر
ابوطالب۔ عبداللہ۔ حمزہ۔ ابولہب۔ مقوم۔ غیداق ضرار۔ اور عباس

پیدا ہوئے۔ عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور اپنے ایفائے نذر کے خیال کو ظاہر کیا ابن سعد کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے۔

انھوں نے اپنی اولاد کو جمع کر کے اپنے ایفائے نذر کے متعلق ذکر کیا سب نے متفقہ طور پر کہا۔ آپ جس طرح چاہیں نذر پوری فرمائیں۔

بیٹوں کا خیال معلوم ہو جانے پر باپ نے قرعہ ڈالا محبوب ترین اولاد عبداللہ کے نام نکلا بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور تکمیل نذر کیلئے چلے ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں کہ جب باپ بیٹے کو لئے جا رہے تھے تو عبدالمطلب کی بیٹیاں روتی جا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے یہ کہا کہ عبداللہ اونٹوں کے درمیان میں قرعہ کیوں نہیں ڈالا جاتا ابن ہشام نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخذوم نے جو رشتہ میں ماموں تھے کہا کہ ہم عبداللہ کو ذبح نہ ہونے دینگے تاوقتیکہ اون کے لئے قرعہ اندازی نہ کی جائے ان کا جو فدیہ ہوگا ہم اپنے مال سے ادا کر دیں گے۔ بالآخر قرعہ ڈالا گیا۔ جب سو اونٹوں کے تعداد کے مقابلہ میں قرعہ پڑا تب اونٹوں کے نام قرعہ نکلا عبدالمطلب کو یہ اصرار ہوا کہ تاوقتیکہ تین بار قرعہ نہ نکلے گا میں نہیں مانوں گا۔ چنانچہ ہر بار قرعہ اونٹوں کے نام پر آیا۔

ابرہہ ابن صباح کی فوج کشی مکہ معظمہ پر

ابرہہ نے جب خانہ کعبہ پر فوج کشی کی تو اس واقعہ کی اطلاع عبدالمطلب کو

پہونچی عبدالمطلب نے قریش کو جمع کیا اور کہا کہ یہ خدا کا گھر ہے حضرت ابراہیم
نے اس کو تعمیر کیا ہے گو ہمارے پاس قوت و مدافعت نہیں ہے۔ لیکن خدا
اس کی محافظت فرمائے گا تم پریشان نہ ہو۔ ابرہہ کی فوج کا فرستادہ
ایک افسر آیا اُس نے امیر شہر کو تلاش کیا لوگوں نے عبدالمطلب کو بتایا اُس نے
ابرہہ کا پیام پہنچایا یہ بولے خدا کی قسم ہم میں مدافعت کی قوت نہیں یہ گھر
خدا کا گھر اور حرم اُسی کا حرم ہے جس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تعمیر کیا ہے
وہی اپنے گھر کو اُس سے خالی کرا سکتا ہے۔

سفیر نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلئے یہ وہاں پہنچے ابرہہ نے پاس بٹھایا
اور ترجمان کے ذریعہ سے کہا کہ کہیئے کیا حاجت ہے یہ بولے تمھاری فوج
کے لوگ میرے دو سو اونٹ پکڑ لائے ہیں مجھے وہ واپس ملنے چاہئیں،
اُس نے حیرت سے دریافت کیا۔ کہ کیا انہدام کعبہ کے متعلق کوئی سوال
نہیں ہے۔ جواب دیا کہ میں تو اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا ایک
مالک ہے وہی تم کو اس سے باز رکھ سکتا ہے اونٹ لے کر واپس ہوئے
اور خانہ کعبہ میں پہنچکر قریش کو یہ مشورہ دیا کہ دروں میں پناہ لی جائے۔
اور آبادی بالکل خالی کردی جائے قریش نے تعمیل شروع کی اور یہ کعبہ کی
زنجیر پکڑ کر خدا سے دعا کرنے لگے کعبہ کا دروازہ بند کیا۔ اور خود بھی اپنے
ہمراہیوں کے ساتھ پہاڑ پر چلے گئے ادھر خدائے تعالےٰ نے ابراہہ کی
فوج پر گوناگوں عذاب نازل فرمائے اور وہ اس خیال کی تکمیل ہی سے قبل بھاگ
گئے اس واقعہ کے تقریباً دو مہینہ کو بعد حضور انور کی ولادت باسعادت ہوئی حضور انور کی پیدائش

عبدالمطلب نے آپ کو گود میں لیا کعبہ میں داخل ہوئے اور اس مولود مسعود کے حفظ و بقا کی دعا مانگی اور اس نعمت کے عطا فرمائے جانے کا شکریہ بایں الفاظ ادا کیا۔

الحمد للہ الذی ھذا الغلام الطیب الاردان - قد ساد فی المھد علی الغلمان - اعیذہ با اللہ الذی ذی ارکان اعیذہ من شر ذی شأن - من حاسد مضطرب العنان -



ایک بار مکہ مکرمہ میں قحط کی وجہ سے لوگ پریشان تھے رقیقہ خاندان بنی ہاشم نے ایک خواب دیکھا عبدالمطلب سے بیان کیا عبدالمطلب جبل ابوقبیس پر مع تمام خاندان وحضور انور کے پہنچے دعا کی الٰہی یہ جماعت تیرے بندوں کی ہے تیری لونڈیاں ہیں تیرے غلام ہیں جو مصیبت ہم پر نازل ہوتی ہے اس سے تو خوب آگاہ ہے خدا کی شان نبی کریم کی برکت سے سب مصائب رفع ہو گئے طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۵۴ -

ان واقعات کو پیش کرتے ہوئے فی نفسہ ہماری غرض یہ ہے کہ ملت حنیفی کی یادگار اگر کوئی خاندان تھا تو وہ بنی ہاشم کا تھا اور ہم کو بہ لحاظ واقعات عبدالمطلب - عبداللہ - اور ابوطالب کے متعلق کسی قسم کے مشرکانہ افعال کا پتہ نہیں لگتا - بلکہ قدم قدم پر توحید نمایاں ہے اس لئے یہ بھی مناسب ہے کہ

حضور انور نے جو خصوصیات بنی ہاشم کی نمایاں فرمائی ہیں اُن کو بھی نمایاں کر دیا جائے گو اُس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ٭ ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی ست ٭٭

ابو لہب و ابو جہل کا کارنامہ اور ابو سفیان کی مدت تک ریشہ دوانیاں اس قابل نہیں ہیں کہ اُس کو فراموش کیا جائے تاہم بنی ہاشم کی امتیازی خصوصیات کا ظاہر کیا جانا بھی لازم ہے۔ کسی تاریخی واقعہ سے عبد المطلب عبد اللہ یا ابو طالب کا شرک قولاً و عملاً ثابت نہیں ہوتا۔

تاریخ اور روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ہمیشہ مشرکانہ رسوم سے مجتنب رہے ایک بار قریش نے آپ کے سامنے بتوں کے چڑھاوے کا کھانا لا کر رکھا آپ نے انکار فرما دیا۔ نبوت سے پہلے بھی آپ بت پرستی سے متنفر تھے اور جن افراد پر آپ کو اعتماد تھا اُن کو اُن سے منع فرمایا کرتے تھے۔

وفات ابو طالب تک تبلیغ اسلام

یہ بات صاف ہے کہ واقعہ معراج اور نماز کی فرضیت ابو طالب کے وفات کے بعد ہوئی اور جتنے ارکان اسلامی ہیں وہ سب نماز کے بعد فرض کئے گئے ہیں تقریباً سنہ نبوی تک اسلام نے اس پاکیزہ اور مقدس جماعت کی جس اصول کو قائم کیا تھا اُس کا پہلا اصول یہی تھا کہ شرک اور بت پرستی کی اس رسم قبیح کو مٹا دیا جائے جو عرصہ دراز سے ان میں قائم ہو چکا تھا۔

اُن کو یہ سمجھایا گیا کہ خدائے قدوس چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے فعل کو ہر آن اپنی ہی مرضی کے موافق دیکھنا چاہتا ہے۔ اُس کی غیور ذات رحم و مغفرت کی ناپیدا کنار وسعت کے باوجود انسان کی ہر صغیر و کبیر خطا کو معاف کر سکتی ہے مگر اپنی اطاعت و محبت اور اپنی عبادت میں شرکت غیر کو قطعاً ناقابل عفو جرم قرار دیتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا	بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو کہ اسکا شریک ٹھیرائے اور اس سے نیچے بخشتا ہے جسکو چاہے اور جس نے شریک ٹھیرایا اللہ کا وہ دور پڑا بھول کر

دوسری تعلیم یہ تھی کہ جو لوگ نبی کریم کی صداقت پر ایمان لائیں اور آپ کی حمایت و نصرت میں سرگرم عمل رہیں تو اُن کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح ہے۔ وہ ہر وقت رسول کریم کو اپنا صحیح ہادی و مقتدی باور کرتے رہیں اور آپ کے رعب و وقار کا احترام اور آپ کے احکام کی تعمیل کرتے رہیں چنانچہ اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ تھوڑی مدت میں اہل عرب ماسوی اللہ کے قطعی منکر اور خدا اور رسول کے قطعی مطیع بن گئے۔ فی نفسہ یہی مکمل اور جامع تعلیم تھی جس سے اور تفریعات قائم کی گئیں۔ چونکہ اصل شئے تو یہ ہے اور یہی دعوت تمام انبیا علیہ السلام لے کر آئے تھے، اس لئے ہم اس مبحث کو ذرا واضح کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام نے سب سے پہلے شرک کا استیصال کیسے کیا تبلیغ کے کیا اصول وضع کئے اور مشرکین سے کس طرح عدم تعاون کیا اور

وہ اس خیال کی تبلیغ کب تک کرتا رہا حضور انور کی سیرۃ مبارکہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے متانت اور نرمی سے اس دعوت کو پیش کیا تھا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝	تو کہدے کہ اے کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر جو ہمارے اور تمہارے مابین ایک سی ہے کہ سوائے خدا کے کسی کی بندگی نہ کریں اور کسی چیز کو اسکا شریک بنائیں اور آپس میں ایک ایک کو سوائے اللہ رب نہ بنائیں پھر اگر وہ نہ مان کر منہ پھیریں تو کہدو کہ گواہ رہو ہم حکم کے تابع ہیں۔

اہل کتاب یا مشرکین قریش جو شرک اور بت پرستی کے خوگر ہو چکے تھے، اونہوں نے اس کا مذاق اڑایا چنانچہ ابولہب نے پچیس آدمیوں کی ایک کمیٹی تیار کی اور یہ مشورہ کیا گیا کہ ایسی تجاویز طے کی جائیں کہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں نہ پھنسیں اور اون کی دعوت کسی طرح قبول نہ ہو سکے ایک بولا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کاہن ہیں ولید بن مغیرہ بولا کہ ہمیں ایسی بات نہ کہنی چاہیئے جس سے ہم جھوٹے ثابت ہوں دوسرا بولا کہ ہم اسے دیوانہ مشہور کریں گو ولید نے کہا کہ دیوانگی کو اس سے کیا نسبت۔ تیسرے نے کہا ہم ساحر کہا کریں گے ولید نے کہا کہ جس طہارت و نظافت سے وہ شخص رہتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں سب نے تنگ آکر کہا تمہیں بتاؤ کیا کہا جائے۔ ولید بولا بھائی بات تو یہ ہے کہ محمد کا کلام دل پر اثر کرتا ہے بالآخر یہ تجویز طے ہوئی کہ اُن کی ہر بات میں ہنسی اڑائی جائے اور آپکو اور آپ کے ساتھیوں کو ہر طرح

ذلیل وخوار کیا جائے ۔ قریش اِس کو طے ہی کر چکے تھے ۔ اِدھر حضور انور مکہ کی ہر گلی و کوچہ میں تبلیغ اسلام فرمایا کرتے تھے ۔ اسلام اب آہستہ آہستہ پھیلنا شروع ہوا اور معدودے چند ہستیاں اسلام کی حلقہ بگوش بن گئیں ۔ قوت ارادہ شدت عمل جو انسان کے اصلی جوہر تھے وہ سب ان میں پیدا ہو چکے تھے اونکے دل خشیتِ خدا کے مستقل نشیمن بن گئے تھے، اون کا ہر عمل خدائے لم یزل کی صریح شہادت اور اسلام کے دین حق ہونے کا زندہ ثبوت تھا توحید کی یہ روح عمل اس مصورِ حقیقت سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیرت انگیز تعلیم تھی کہ جس نے غار حرا کی انجمن آرا خلوتوں سے نکل کر عرب کے اُن بادیہ پیما بدوؤں کے سامنے خدا کی ذات اس قدر نمایاں کر دی تھی ۔ کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ؕ	ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف اگرچہ نقصان ہو اپنا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا ۔ اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ انکا خیر خواہ ہے تم سے زیادہ تم تو جی کی چاہ کو نہ نواسیں کہ برابر سمجھو اور اگر تم زبان ملوگے یا بچاؤ گے تو اللہ تمہارے کام سے خوب واقف ہے ۔

بلال حبشی ۔ ابو فکیہہ صہیب ۔ جناب بن الارت ۔ کی وہ یادگار ہستیاں ہیں کہ جن کا کارنامہ دنیا سے مٹائے نہیں مٹ سکتا ابو طالب کی حمایت کا کارنامہ بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو نصرت و حمایت دین حنیفی محبت

اور جانبازی رسول میں کسی طرح اُن کے قدم پیچھے نہیں بلکہ یہ بھی ہم کو صف اول میں نظر آتے ہیں۔ یہاں پر ایک بات اور واضح کر دینی ضرور ہے وہ یہ ہے کہ اکثر بیشتر ایسے واقعات کا مدار فن تاریخ و سیر پر ہے اور بہ لحاظ فن تاریخ ہم کو ان واقعات پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ فن حدیث اور سیرت میں مابہ الامتیاز فرق ہے اور اس فرق کے نہ جاننے کی وجہ سے بسا اوقات ایسے واقعات کے محاکمہ کی غلطی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوطالب کے ایمان کے مسئلہ میں بھی اس قسم کی پیچیدگی پیدا ہو گئی لیکن جو لوگ فن سیرت و تاریخ پر غائر نظر کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کا مومن ہونا یقینی تھا۔ اس لحاظ سے پہلے ہم فن سیرت و حدیث کے متعلق محققین کی آرا کو پیش کر دیں۔ علامہ شبلی نے بھی سیرۃ النبی میں اس بحث کو چھیڑا جس کا اقتباس یہ ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں مغازی اور سیرت، عام فن حدیث سے ایک الگ چیز ہے۔ یہاں تک کہ بعض موقعوں پر ارباب سیر، اور محدثین ایک مقابل گروہ سمجھے جاتے ہیں اور بعض واقعات کے متعلق یہ صورت پیدا ہوتی ہے کہ تمام ارباب سیر ایک طرف ہوتے ہیں اور امام بخاری و مسلم ایک طرف، ایسے موقع پر بعض لوگ امام بخاری کی روایت کو اس بنا پر تسلیم نہیں کرتے کہ تمام ارباب سیر کے خلاف ہے لیکن محققین کہتے ہیں کہ حدیث صحیح تمام ارباب سیر کی متفقہ روایت کے مقابل میں بھی قابل ترجیح ہے۔ تاہم اس موقع پر ایک دو واقعہ مثال کے طور پر لکھتے ہیں۔ غزوات میں ایک غزوہ ذو قرد کے نام سے مشہور ہے، ان کی نسبت ارباب سیر متفق ہیں کہ

صلح حدیبیہ کے قبل واقعہ ہوا تھا، لیکن صحیح مسلم میں سلمہ بن الاکوع سے جو روایت ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے تین دن قبل کا واقعہ ہے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ قرطبی نے لکھا ہے۔

لا يختلف اهل السير ان غزوة ذي قرد كانت قبل الحديبية فيكون ما وقع في حديث سلمة من وهم بعض الرواة

اہل سیر میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ غزوہ ذی قرد حدیبیہ سے پہلے واقع ہوا تھا تو سلمہ کی حدیث میں جو واقع ہے وہ کسی کا وہم ہوگا

حافظ ابن حجر فتح الباری (ذکر غزوہ ذی قرد) میں قرطبی کے اس قول پر بحث کر کے لکھتے ہیں۔

فعلى هذا ما في الصحيح من التاريخ لغزوة ذي قرد اصح مما ذكره اهل السير۔

تو اس بنا پر صحیح (مسلم) میں غزوہ ذی قرد کی جو تاریخ مذکور ہے اس سے زیادہ صحیح ہے جو مصنفین سیرت نے بیان کی ہے۔

دمیاطی ایک مشہور محدث ہیں اونھوں نے سیرت میں ایک کتاب لکھی ہے جو آج بھی موجود ہے، اس میں اُنھوں نے اکثر موقعوں پر ارباب سیر کی روایت کو ترجیح دی تھی۔ لیکن جب زیادہ تتبع کیا تو اُن کو معلوم ہوا کہ احادیث صحیحہ کو سیرت کی روایتوں پر ترجیح ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب میں ترمیم کرنی چاہی۔ لیکن اس کے نسخے کثرت سے شایع ہو گئے تھے اس لئے ترمیم نہ کر سکے حافظ ابن حجر خود دمیاطی کا قول نقل کر کے کہتے ہیں۔

ودل هذا على انه كان يعتقد الرجوع عن كثير مما وافق فيه

اور اس سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ وہ یعنی دمیاطی قصد کر چکے تھے کہ

اهل السیر وخالف الحدیث الصحیحۃ وان ذالک کان بتقبل تضلعہ منہا ولخروج نسخ کتابہ و وانتشارہ لم یتمکن من تغییرہ

زرقانی بر مواہب جلد ۳ صفحہ ۱۲

جن موقعوں پر اُنھوں نے ارباب سیر سے اتفاق احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے اُنسے رجوع کریں گے، اور یہ کہ یہ امر اُن سے مہارت فن کے قبل صادر ہوا لیکن چونکہ کتاب کے نسخہ شایع ہو چکے تھے اس لئے وہ اپنی کتاب کی اصلاح نہ کر سکے۔

۲- ایک غزوہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے اس کی نسبت اکثر ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ خیبر کے قبل واقع ہوا تھا۔ لیکن امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ خیبر کے بعد واقع ہوا، اس پر علامہ دمیاطی نے بخاری کی روایت سے اختلاف کیا۔ (حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں)

واما شیخہ الدمیاطی فادعی غلط الحدیث الصحیح وان جمیع اهل السیر علی خلافہ۔

(فتح الباری جزو ہفتم صفحہ ۳۲۲)

باقی اُن کے شیخ دمیاطی تو اُنھوں نے حدیث صحیح کی نسبت اس بنا پر غلطی کا دعویٰ کیا ہے کہ تمام اہل سیر اس کے خلاف ہیں۔

حافظ ابن حجر نے اس قول کو نقل کر کے اس کا رد بھی کیا ہے۔

اس تمام تقریر کا ماحصل ہے کہ سیرت کا ایک جداگانہ فن ہے اور بعینہ فن حدیث نہیں ہے اور اس بنا پر اس کی روایتوں میں اس درجہ کی شدت احتیاط ملحوظ نہیں رکھی جاتی جو فن حدیث کے ساتھ مخصوص ہے۔"

اس کی مثال یہ ہے کہ فقہ کا فن قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے لیکن یہ

نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعینہٖ "قرآن" یا "حدیث ہے" یا ان دونوں کے ہم پلہ ہے۔
اس تصریح کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فن سیرت احوال تاریخی
اور اس کے متعلقات سے وابستہ ہے۔ اور فن حدیث میں حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کے اقوال و افعال وغیرہ شامل ہیں۔ محدثین نے جس کاوش اور جانکاہی
سے فن حدیث کو مکمل کیا ہے اتنی سعی و کوشش فن سیرت اور مغازی پر
نہ ہو سکی البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہ لحاظ اسماء رجال جو رواۃ مشترک سیرت و
حدیث ہیں ان پر بحث کی جا سکتی ہے لیکن پھر بھی تاریخ تاریخ ہی ہے۔ اور
فن حدیث اور ہی کچھ ہے۔ ابوطالب کی وفات کے وقت تک کی
روایات حدیث کو اگر جمع کیا جائے تو معدودے چند روایتیں ہم کو نظر
آئیں گی۔ چونکہ اسلام پر یہ دور ایسے پُرخطر مصائب کا زمانہ تھا جس میں
تبلیغ اسلام کے وسائل اور مشرکین و کفار سے ملاطفت و ترک تعاون کے پیچیدہ
ذرائع پیش تھے اسی لئے اس قسم اور اس دور کے اکثر و بیشتر واقعات کی تصریحات
ہم کو کتب سیرت ہی میں ملتی ہیں۔ پس تاریخی حیثیت سے ہم کو واقعات و
حالات ابوطالب کے ایمان و اسلام پر نظر کرنی چاہیے۔

ان مجموعی مباحث کا نتیجہ

جن لوگوں نے کسی اعلیٰ عمل کا بہترین نمونہ اپنی زندگی میں پیش کیا ہے
اس کی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جاتا ہے تاکہ اس کی یاد کے ساتھ اس کے
اعمال کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے اور اس کا نمونہ انسانوں کو عزائم امور کی

دعوت دیتا رہے پس بہ لحاظ حق و صداقت و نصرتِ رسول کریم اگر کسی فرد کی سیرت پیش کیجاسکتی ہے تو اُن میں ممتاز ترین ہستی ابو طالب کی ہے۔

ان کی نصرت۔ حمایت۔ کفالت کا سلسلہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک آٹھ سال تھا اور یہ اُس وقت تک معین رہتے ہیں جبکہ سنِ مبارک تقریباً ۴۹ سال ہوتا ہے کم و بیش چالیس سال تک ثبات و استقامت کے ساتھ ساتھ کفالت بھی کرتے رہے اور تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جو رکاوٹیں پیش آئیں یا جو معاندانہ کارروائیاں ہوئیں اُن کے انسداد و مقابلہ کے لئے انکا قدم سب سے آگے تھا۔ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ ان کو اپنی تمام اولاد سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنس تھا، کبھی حضور کو تنہا نہ چھوڑا شادی و بیاہ کے انصرام و تکمیل میں بھی پیش پیش تھے بعثت کے وقت بھی جب اقارب کو جمع فرمایا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جواب ایک ایسی مجلس میں جس میں اکثر مشرک ہی مشرک تھے۔ قابل اعتراض نہ ہوا بلکہ عملاً اس جواب کی اعانت تھی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مہاجرین حبش کے ساتھ کیا گیا ہر نوع اپنی اولاد کو اپنے مال کو اور اپنی جان کو حضور انور پر مختلف پیرایوں سے نثار کیا۔ تمام عرب سرداران قریش جو ان کے دشمن تھے اور خود حضور انور کی محبت میں شب و روز سرگرداں رہتے تھے۔ ایک رات جبکہ حضور انور کو تشریف لانے میں کچھ دیر ہوئی، یہ نوجوانان بنی ہاشم کو مسلح بنا کر برسرِ پیکار ہونے ہی والے تھے کہ دفعتاً اطلاع مل گئی جسے کو انہوں نے سب کو آگاہ کر دیا کہ کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے بال پر آنچ آئی تو میں چن چن کر ایک ایک قریش کو قتل کرتا۔ ہر معرکہ دہر میدان
میں انھوں نے علانیہ نصرت و حمایت کو نمایاں کیا۔ کیا عجیب بات ہے کہ ابو جہل
و امیہ نزع کے وقت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو عبد المطلب کے دین پر ختم ہونا
اور وہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونق افروز ہوتے ہیں یہ اپنے کارنامہ حیات
پر یکلخت پانی پھیر دیتے ہیں اور حضور انور کے ارشاد سے روگردانی کرتے ہوئے
مشرک مرجاتے ہیں حالانکہ اس کے مقابلہ میں جب سرداران قریش متحد و متفق ہوکر
ان کے پاس آتے ہیں اور ان کو نصرت و حمایت رسول سے باز رہنے کی انتہائی
کوشش کرتے ہیں او سپر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی مجمع خاص میں بلاکر
توسط و اعتدال کی نصیحت کرتے ہیں جس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہوکر
ارشاد فرماتے ہیں کہ چاند سورج سب کچھ جمع کر دیے جائیں مگر تبلیغ سے میرا قدم
پیچھے نہیں ہٹ سکتا اس مجمع میں ابو طالب فوراً اس تقریر نبوی کا جواب یوں دیتے ہیں
کہ بھتیجے تم اپنا کام کرو میں تمہارے ساتھ ہوں خواہ اب کچھ بھی ہو جائے صرف اسی پر
اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ قریش بنی ہاشم کو ہمیشہ کیلئے غارت و برباد بنا دینے کیلئے ترک
تعلق کا معاہدہ لکھتے ہیں اسوقت یہی ابو طالب تھے اور انہیں کا درہ کوہ شعب ابی طالب
رشتہ نکاح بند، خرید فروخت مسدود کھانا پینا بند ملنا جلنا بند غرضکہ یہ سب گوارا
کیا اور ایک دن ایک ہفتہ یا ایک ماہ نہیں بلکہ کامل تین سال تک بھوکے پیاسے
چیتھڑے لگا کر قید کی زندگی گذاری طلح کی پتیاں چبائیں اس دوران میں کبھی
ایسا نہ ہوا کہ حضور انور صلعم سے یہ شکوہ کیا ہوتا کہ تمہاری وجہ سے اس پیرانہ سالی
میں کیا کیا مصائب پیش آئے ہیں بلکہ ایک جامع و مکمل قصیدہ لکھ کر قریش کو بھیجتے

ہیں اور اسمیں ادعا یہ ہے کہ کیا محمدؐ کو ابھی سے ہم تمہارے حوالہ کردیں گے بنی ہاشم کے بچے وہم جب تک انپر نثار نہ ہو جائیں اس وقت تک ایسی صادق ہستی پر ہمارے جی تے جی کوئی آنکھ نہیں اٹھا سکتا۔ دنیا میں اعانت وہمدردی کے جس قدر وسائل بھی ممکن ہوسکتے ہیں ان سب کو ابوطالب نے نظر انداز نہیں کیا تین سال کے بعد بھی یہی کہتے رہے کہ اگر میرا بھتیجا اپنے دعوی میں جھوٹا ہو تو میں تم کو حوالہ کردوں تم قتل کرڈالو اور اگر وہ سچا ہے۔ اور حقیقتاً سچا ہے تو پھر تم کیوں متابعت نہیں کرتے۔ درۂ کوہ سے نجات ہوتی ہی باہر نکل کر پھر اس سے زیادہ اعانت ونصرت کا ثبوت ہے۔ مرنے سے پہلے قریش کو اکھٹا کیا اور وصیت کی کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و پیروی کرنا کاش اگر میری زندگی اور ہوتی تو پھر اپنی نصرت و حمایت کا مزید ثبوت پیش کرتا جو شخص اپنے افعال کا اس قدر ذمہ دار اور اپنے ارادہ پر اس قدر قادر ہو جس نے چالیس سال تک مختلف قسم کے ہزارہا مصائب اٹھائے ہوں اور جس نے عزت وناموس مال و دولت اہل وعیال سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار وقربان کردیا اور جو قولاً وعملاً ہر طرح ان کی تصدیق کرتا ہو کہ میرا بھتیجا بالکل سچا ہے اس میں کذب کا شائبہ بھی نہیں اور جو حضور انور کے صدق اور صداقت کے پیچھے ساری عمر برسرپیکار رہا ہو وہ اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں آکر اس کی صداقت پر پانی پھیر دے یہ کیا بوالعجبی ہے۔

واقعات کی تصریح سے یہ شہادت واضح ہے کہ وفات ابوطالب یعنی تقریباً سن ۹ تک سے اور سنہ ۹ نبوی تک احکام اسلام یعنی نماز وروزہ حج۔ زکوٰۃ کی احکام پورے طور پر جاری نہ تھے بلکہ اطاعت خدا اور رسول واظہار ارتباط قولاً وعملاً رہا اور اس دوران میں

صحابہ کرام نے اپنے جانبازانہ و سرفروشانہ خدمات کے ایسے مظاہر پیش کئے ہیں جو ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ اسی اعانت رسول جانثاری میں ابوطالب کا قدم سب سے آگے نظر آتا ہے۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ کھینچ تان کر ابوطالب کو مشرک ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ مصنف تاریخ خمیس بحوالہ معالم التنزیل فرماتے ہیں

وفی المعالم التنزیل علی اربعة انواع کفر الانکار وکفر الجحود وکفر النفاق وکفر العناد اما کفر الانکار فهو ان لا یعرف الله بالقلب ولا یعترف باللسان واما کفر الجحود فهو ان یعرف الله بقلبه ولکن لا یقر بلسانه ککفر ابلیس وکفر الیهود بمحمد صلی الله علیه وسلم من هذا القبیل قال الله تعالی فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ای جحوداً وکفر النفاق فهو ان یقر باللسان ولم یعتقد بالقلب واما کفر العناد فهو ان یعرف الله بقلبه ویعترف بلسانه ولکن لا یدین به ولا یکون

معالم التنزیل میں بیان کیا ہے کہ کفر کی چار قسمیں ہیں۔ کفر انکار۔ کفر جحود۔ کفر نفاق اور کفر عناد۔ کفر انکاری یہ ہے کہ زبان اور دل سے اقرار و تصدیق نہ ہو۔ کفر جحودی میں دل سے سمجھتا ہو۔ اور زبان سے اقرار نہ ہو جیسے شیطان کا کفر یا یہود نے جو طرز عمل حضور انور کے ساتھ اختیار کیا جس کا تذکرہ قرآن میں بایں طور ہے کہ جب انپر وہ چیز آئی جسکو انھوں نے پہچان لیا تو اس نے اس سے انکار کیا اور کفر نفاق وہ یہ کہ زبان سے اقرار ہو اور دلی اعتقاد نہ ہو اور کفر عنادی یہ ہے کہ دل سے سمجھتا ہو اور زبان سے اقرار بھی ہو لیکن اس کی اطاعت و انقیاد نہ ہو جیسے ابوطالب کا کفر چنانچہ وہ کہتے ہیں

منقادا ومطیعا له ککفر ابی طالب فانه قال ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان الله به دنیا لولا الملامة اوحذار مسبة۔ لوجدتنی سمحا بذاک مبینا ودعوتنی وعرفت انک ناصحی۔ ولقد صدقت وکنت فیه امینا وجمیع الانواع الاربعة المذکورة سواء فی ان الله تبارک وتعالیٰ لا یغفر لاصحابها اذا ماتوعلیها نعوذ بالله منها

ہیں میں جانتا ہوں کہ دین محمدی تمام دینوں سے بہتر ہے اگر قوم کے طعن وملامت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں علانیہ طور پر اظہار کرتا اور تم نے مجکو دعوت دی اور میں جانتا ہوں کہ تم ناصح ہو اور تم سچ کہتے ہو اور تم امین ہو۔ پس یہ چاروں کفر برابر ہیں اور جو ان میں سے کسی پر مرا اس کی مغفرت نہ ہوگی۔

تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۳۰۱

علامہ موصوف نے مصنف معالم التنزیل کی تقسیم جو نقل فرمائی ہے اسپر ہم بالفعل تبصرہ کرنا نہیں چاہتے مگر کیا محیر العقول استدلال ہے جو کسی طرح سمجھہ میں نہیں آسکتا۔ اطاعت وانقیاد ونصرت۔ اعانت وحمایت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تمام واقعات کتب حدیث وتاریخ سے واضح وثابت ہیں۔ حالانکہ کسی روایت حدیثیا واقعہ تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابوطالب نے لات وعزیٰ وہبل کی کبھی بھی پرستش کی ہو یا اون پر کبھی بھینٹ چڑہائی ہو۔ یا اس قسم کی مجالس میں کبھی شریک ہوئے ہوں چونکہ یہ امر تو خود محقق ہے کہ اعانت ونصرت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت تمام قریش اُن سے تنفر ان کے

آزار کے خواہاں پھر انکی پرستش کے وقت ایک ایسے شخص کو شریک کریں جو ایسے شخص کا ہمدرد وکفیل ہو جو سرتاپا ان کے مذہب کے استیصال کے درپہ ہو کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔ یہ تو قیاسات ہیں لیکن کم از کم روایات حدیث سے اگر اطمینان حاصل کیا جاتا تو غالباً یہ غلط فہمی نہ رہتی یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کہ ان کا شرک نمایاں ہوتا پھر بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سلسلہ قرابت یارواداری قائم رکھنے کو ان کے گھر کھانا پینا رہتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ۔

مسلمانوں خدا کے اور خود اپنے دشمنوں کو ایسا دوست نہ بناؤ کہ محبت والفت کے ان سے تعلقات رکھو یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام سے انکار کر چکے ہیں اور اللہ اور اوس کے دین کے دشمن ہیں۔

لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

اور جو کفر کو ایمان سے زیادہ محبت رکھے ان سے تعلقات نہ رکھو اگرچہ وہ تمہارے بھائی اور باپ ہی کیوں نہ ہوں اور جو ایسا کرے گا وہ ظالم ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ۔

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا ۔

کہا جاتا ہے کہ ان آیات کا نزول بعد کو ہے۔ پھر استدلال کیسا مگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرۃ مبارکہ واسوۂ حسنہ پر اگر ہم غائر نظر ڈالیں تو یہ امر محقق ہو جاتا ہے کہ حضورؐ نے ابتدا ہی سے مشرک اور مشرکین سے کسی قسم کی وابستگی جسکو وابستگی کہا جائے روا نہ رکھی ۔

ایسی متعدد آیات قرانی ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کافر مسلم کا کیا واسطہ اور رشتہ ہو سکتا ہے ایک مومن ہستی خدا کے باغی سے قرابت ہنیں کر سکتی پس یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ باوجود ان احکام قرانی کے جو فی الحقیقت قانون غیر مبدل ہے ۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ

اور جس ہستی اعلیٰ پر اسکا نزول ہوا ہو جسکا وجود اس سارے دنیا کے نیچے تمام عالم سے بڑھ کر سرتاپا عمل اور مکمل تعمیل تھا یہ کیسے وہم وگمان کیا جا سکتا ہے کہ ایک مشرک یا ایک کافر سے ایسی یک جہتی رواداری اختلاط اور نصرت وحمایت کو طلب کیا جاتا پس اگر کوئی ہستی لوح محفوظ کہی جا سکتی ہے تو وہی روح اعظم جسکا ذکر قرآن مجید نے اپنی آغوش وحمایت میں ہمیشہ کیلئے لیا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ

جس طرح ان کے کفر کے اثبات کی روایات ہیں اسیطرح اثبات اسلام کی وایتیں ہیں مگر ہم ان دونوں قسم کی روایتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیات سے اثبات مدعا چاہتے ہیں۔ چونکہ ابوطالب کا نہ کفر ثابت ہے نہ شرک بلکہ تمام حالات وروایات سے ان کے جذبات اسلامی بہ حیثیت مختلف نمایاں ہیں

اس لئے قرآن مجید کی اُن آیات پر اگر ہم غور و فکر کریں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ط

تو یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایمان اور محبت خدا کا صحیح معیار انسان کا اسکی راہ میں مصائب کا پیہم مقابلہ کرنا اور دشمن کے بالمقابل جان و مال پر کھیل جانا ہے ترک اقربا۔ ترک اولاد۔ ایثار مال۔ ایثار نفس۔ ایثار جان و مال وہ انتہائی پیشکش ہے جو رب بے نیاز نے ایمان کے متاع بے بہا کے بدلے بطور قیمت مقرر فرمائی ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط انہیں کی موجودگی میں محبت خدا کی وہ عملی تثبیت اور عبودیت وہ ناقابلِ انکار تصدیق ہوتی ہے جس سے بڑھ کر کوئی ثبوت ممکن نہیں ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ط یہ ہی وہ قربانیاں ہیں جو خدائے بے ہمتا کی سچی ارادت سچے تعبد اور سچے ایمان کی علامت ہے اور یہ تمام صفات ایمانی جناب ابوطالب میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

فرضی اللہ عنہ ولسائر المومنین

قطعہ تاریخ از سید احمد حسن صاحب زیدی آلواسطی منصرم ریونیو سکریٹریٹ گورنمنٹ بھوپال

مرے محترم دوست خالد میاں — جو مستشرقوں میں ہیں ذی اعتبار
اصول حدیث اور تفسیر میں — وہ اکمل ہیں اعلم ہیں ذی اقتدار
علوم و ملل پر وہ حاصل عبور — کہ ہے جس سے بھوپال کو افتخار
زمانے میں مقبول ہے اونکا وعظ — بیاں ہے پسندیدۂ روزگار
قوی حافظہ ہیں قوی اجتہاد — مبلغ ہیں واعظ ہیں اور لکچرار
مباحث میں وہ ہیں صداقت نما — تصانیف میں ہیں حقیقت نگار
انھوں نے لکھی اندنوں اک کتاب — بحالِ ابوطالبِ نامدار
کیا اس میں ثابت کہ عمِ رسول — موحد تھے دیندار اور رستگار
حقیقت کا جو راز سربستہ تھا — مؤلف نے اوسکو کیا آشکار
مسانید و اخبار و آثار سے — دعاوی کو اپنے کیا استوار
ہوئی تازہ لاریب تالیف سے — حیاتِ ابوطالبِ ذی وقار
کیا اسنے حاصل وہ حسنِ قبول — کہ چھپتے ہی پیدا ہیں طالب ہزار
یقیں ہے کہ راضی ہوں اس کام سے — شہ انبیا اور پروردگار
بطور خلاصہ کہا شعر یہ — پڑھی میں نے سیرت کو جب ایکبار
پدر تو امین خدا کا امیں (حضرت ابوطالب) — پسر رکنِ دین ضیغم کردگار (حضرت علی المرتضیٰ)
ندا دی یہ ہاتف نے وہ سال لکھ — ہے مثلِ تالیف وہ یادگار
حسن نے کہا سن کے بیساختہ — حیاتِ ابوطالب راستکار

۱۳۵۲ھ

(باہتمام منشی اصغر حسین پرنٹر و پبلشر علوی پریس بھوپال میں طبع ہوئی)